فاتحہ
خلف الامام
آمین بالجہر رفع یدین
اور دیگر اختلافی مسائل کی
قرآن وسنت کی روشنی میں تحقیق انیق

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون
تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں

تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے تعلیمی نصاب کے عین مطابق

فقہ حنفی
اور
حدیثِ رسول ﷺ

لکھے
سردار احمد حسن سعیدی

ضیاء العلوم پبلی کیشنز
راولپنڈی - پاکستان
0333-5166587
Email: ziauloom@isb.paknet.com.pk

﴿وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا﴾

مسلکِ حنفی کے مطابق مسائل فقہیہ اور احادیث مبارکہ کا حسین مرقع

طلباء و علماء اور عوام الناس کیلئے یکساں مفید

فقہ حنفی
اور
حدیثِ رسول ﷺ

تصنیفِ لطیف

فاضل جلیل مولانا سردار احمد حسن سعیدی مدظلہ العالی
مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

ناشر

ضیاء العلوم پبلی کیشنز

یو 128 بازار تلواڑاں راولپنڈی
فون: 0333-5166587

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	فقہ حنفی اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم
مؤلف	سردار احمد حسن سعیدی
نظر ثانی	مولانا محمد اسحاق ظفر
کمپیوٹر گرافکس	قاضی محمد یعقوب چشتی
پروف ریڈنگ	حبیب الرحمٰن عباسی، اکرام حسین
تعداد	ایک ہزار
صفحات	136
اشاعت	چہارم
قیمت	45روپے
ناشر	سید شہاب الدین شاہ

ضیاء العلوم پبلی کیشنز

یو128 بازار تلواڑاں راولپنڈی

0333-5166587-051-4450404-FAX-051-4580404

Email: ziauloom@isb.paknet.com.pk

☆☆☆

marfat.com

الإهداء والانتساب

میں اپنی اس کتاب کو اپنے والدین کریمین کے نام منسوب کرتا ہوں، اور انہیں کے نام اہداء کرتا ہوں کہ جن کی محبت، شفقت اور بے شمار دعاؤں کے نتیجے میں بندہ اس قابل ہوا۔

اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم سے نوازے اور ان کی دنیاو آخرت کو رونق بخشے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

سردار احمد حسن سعیدی
جامعہ رضویہ ضیاء العلوم
سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

۲۳؍ مارچ ۱۹۹۹ء

marfat.com

فہرست مضامین

کچھ مولف اور مؤلف کے بارے میں ۱۱
پیش لفظ ۱۳

۱۔ حدیث کا بیان

۱ حدیث کا لغوی اور شرعی معنی ۱۸
۲ حدیث قولی، فعلی اور تقریری کی وضاحت ۱۸
۳ حدیث صحیح کی وضاحت ۱۸
۴ حدیث حسن کی وضاحت ۱۹
۵ حدیث ضعیف کی وضاحت ۱۹
۶ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف سے کون سے مسائل ثابت ہوتے ہیں ۱۹
۷ کن وجوہ کی بنا پر حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے ۱۹
۸ متعدد سندوں سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے ۱۹
۹ اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے ۲۰
۱۰ مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے ۲۰
۱۱ صالحین کے عمل سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے ۲۱
۱۲ کشف صحیح سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے ۲۱
۱۳ حدیث ضعیف کو امت قبول کرے تو وہ قوی ہو جاتی ہے ۲۲
۱۴ فائدہ ۲۲

۲۔ تقلید کا بیان

۱ تقلید کی تعریف ۲۴
۲ کن مسائل میں تقلید جائز نہیں ہے ۲۴
۳ جن مسائل میں تقلید ضروری ہے ۲۵
۴ قرآن مجید سے تقلید کا ثبوت ۲۵
۵ اولی الامر کون لوگ ہیں؟ ۲۶
۶ اہل ذکر کون لوگ ہیں؟ ۲۶
۷ یستنبطون سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۲۶

marfat.com

۸	قیامت کے دن لوگوں کو کیسے بلایا جائے گا ؟	۲۷
۹	حدیث رسول سے تقلید کا ثبوت	۲۸
۱۰	بعد والوں کی پیروی کرنا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان	۲۸
۱۱	سواد اعظم کی پیروی باعث نجات ہے	۲۹
۱۲	امام بخاری مقلد تھے	۲۹
۱۳	خصوصی نوٹ	۲۹

۳۔ بدعت کا بیان

۱	بدعت کا لغوی اور شرعی معنی	۳۱
۲	بدعت کی اقسام	۳۱
۳	بدعت حسنہ کی تعریف	۳۱
۴	نیا جو کام سنت کے مطابق ہو وہ بدعت حسنہ ہے	۳۲
۵	جو کام سنت کے مطابق ہو وہ پسندیدہ کام ہے	۳۳
۶	جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا وہ ثواب کا مستحق ہوگا	۳۳
۷	نئے کام (بدعت) کے بارے میں عابدین کو غور و فکر کرنا چاہئے	۳۳
۸	امام نووی کے نزدیک بدعت کی پانچ قسمیں ہیں	۳۴
۹	مسلمان جس کو اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے	۳۴
۱۰	بدعت حسنہ کے بارے میں شاہ ولی اللہ کا نظریہ	۳۵
۱۱	بدعت سیئہ کی تعریف	۳۵
۱۲	شریعت کے مخالف کام بدعت سیئہ ہے	۳۶
۱۳	جس بدعت سے کسی سنت کا ترک لازم آئے وہ بدعت سیئہ ہے	۳۶
۱۴	برے کام کا آغاز کرنے والا گناہگار ہے	۳۷

۴۔ قے اور دم سائل کے ناقض وضو ہونے کا بیان

۱	نماز میں قے یا نکسیر آجائے تو نمازی دوبارہ وضو کرے	۳۹
۲	جسے قے آئی اس پر وضو واجب ہے	۴۰
۳	حضور علیہ السلام کو قے آئی تو آپ نے وضو فرمایا	۴۰
۴	خون نکل کر بہنے لگے تو وضو واجب ہے	۴۰
۵	نماز میں قے یا خون آئے تو دوبارہ وضو کر کے بنا کرلے	۴۳
۶	جس کو نماز میں نکسیر آئے وہ فوراً نماز سے علیحدہ ہو جائے	۴۳

marfat.com

۵۔ اذان اور اقامت کا بیان

۱ اذان بغیر ترجیع کے کہی جائے ۴۵
۲ اذان کے متعلق حضرت عبداللہ بن زید کے خواب کا واقعہ ۴۵
۳ حضرت ابو محذورہ نے حضور علیہ السلام سے بغیر ترجیع کے اذان سیکھی ۴۶
۴ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بغیر ترجیع کے اذان کہتے تھے ۴۷
۵ اذان اور اقامت کے کلمات جفت جفت ہیں ۴۸
۶ حضرت ابن زید انصاری کلماتِ اذان و اقامت جفت جفت کہتے تھے ۴۸
۷ حضرت بلالؓ نے اذان اور اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ کہے ۴۸
۸ حضرت ثوبانؓ اذان اور اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ پڑھتے تھے ۴۹

۶۔ رفع یدین کا بیان

۱ نماز میں خشوع و خضوع اور سکون ضروری ہے ۵۰
۲ سات مواقع پہ ہاتھ اٹھائے جائیں ۵۱
۳ حضور علیہ السلام نے فقط تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے ۵۱
۴ حضرت ابن مسعودؓ کا طریقہ رسول کے مطابق نماز پڑھ کر دکھانا ۵۲
۵ رفع یدین کی روایت منسوخ ہے ۵۴
۶ رفع یدین کے بارے میں صحابہ کرام کا عمل ۵۵
۷ حضرت عمرؓ نے فقط نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھائے ۵۵
۸ حضرت ابن عمرؓ نے فقط نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھائے ۵۶
۹ حضرت علیؓ فقط نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھاتے تھے ۵۶
۱۰ حضرت ابن عمر و حضرت علیؓ کے رفقاء کا عمل؟ ۵۷

۷۔ نماز میں بوقت قیام ہاتھ باندھنے کا بیان

۱ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے ۵۹
۲ حضور علیہ السلام نے حالت قیام ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ۶۰
۳ حضرت علیؓ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھا ۶۰
۴ حضرت ابراہیمؒ نے نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے ۶۰
۵ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا اخلاق نبوی میں سے ہے ۶۱

marfat.com

۸۔ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا بیان

۱	حضور علیہ السلام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز میں نہیں پڑھتے تھے	۶۳
۲	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے	۶۳
۳	حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے	۶۳
۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے	۶۳
۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے	۶۴
۶	اہل علم صحابہ کرام بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے	۶۵
۷	ثنا، تعوذ، تسمیہ، آمین اور ربنا لک الحمد کے وقت آواز پست رکھنی چاہیے	۶۶

۹۔ آمین بالخفاء کا بیان

۱	نماز میں آمین آہستہ کہنا سنت ہے	۶۸
۲	حضور علیہ السلام نے نماز میں آمین آہستہ کہی	۶۸
۳	چار جگہ آواز پست رکھی جائے	۶۹
۴	حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ آمین اونچی آواز میں نہیں کہتے تھے	۶۹
۵	فرشتو کی طرح آمین کہو !	۷۰
۶	پست آواز میں آمین کہنا باعث مغفرت ہے	۷۰
۷	آہستہ آمین کہنا اولیٰ ہے	۷۱

۱۰۔ قرآۃ خلف الامام کا بیان

۱	قرآن مجید کی تلاوت خاموشی سے سنو !	۷۳
۲	واذا قری القرآن فاستمعوا نماز کے بارے میں نازل ہوئی	۷۳
۳	حضور علیہ السلام نے اپنی اقتدا میں قرأت کرنے والے کو تنبیہ کی	۷۴
۴	حضور علیہ السلام نے امام کی اقتدا میں قرأت کرنے سے منع فرمایا	۷۵
۵	حضرت ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم نے قرأت سے منع کیا ہے	۷۵
۶	امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے	۷۷
۷	امام کی اقتدا میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے	۷۸
۸	قرأت خلف الامام کے بارے میں صحابہ کرام کی رائے	۷۹
۹	حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی رائے	۷۹
۱۰	حضرت زید رضی اللہ عنہ کی رائے	۸۰

marfat.com

۱۱	جس نے امام کی اقتدا میں قرأت کی اس کی نماز نہ ہوئی	۸۰
۱۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام کی اقتدا میں قرأت سے منع کیا ہے	۸۰
۱۳	حضرت عبداللہ ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے	۸۱
۱۴	حضرت عمرؓ نے لوگوں سے امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کا وعدہ لیا	۸۱
۱۵	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا اظہار ناراضگی	۸۲
۱۶	دس جید صحابہ کرام قرأت خلف الامام سے منع فرماتے تھے	۸۲

۱۱۔ نماز ظہر کے مستحب وقت کا بیان

۱	نمازِ ظہر کو ٹھنڈا کرو !	۸۴
۲	حضور علیہ السلام گرمیوں میں نماز ظہر تاخیر سے ادا کرتے تھے	۸۴
۳	حضرت بلالؓ کو نماز ظہر کے لئے اذان تاخیر سے کہنے کا حکم	۸۵
۴	شدید گرمی جہنم کی بھڑک ہے	۸۶
۵	نماز ظہر گرمیوں میں تاخیر سے ادا کی جائے	۸۶

۱۲۔ دو نمازیں جمع نہ کرنے کا بیان

۱	نماز وقت مقررہ پر فرض ہے	۸۸
۲	حضور علیہ السلام ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرتے تھے	۸۸
۳	بغیر عذر کے دو نمازیں ایک وقت میں جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے	۸۹
۴	حضرت عمرؓ کی عمال حکومت کو تنبیہ	۸۹
۵	وقت مقررہ پر نماز ادا کرنا محبوب عمل ہے	۹۰
۶	دو نمازیں صورتاً جمع ہو سکتی ہیں	۹۱
۷	ظہر و عصر، عرفہ میں اور مغرب و عشاء، مزدلفہ میں جمع کرنا صحیح ہے	۹۳

۱۳۔ مسافت شرعی کا بیان

۱	شرعی سفر کا فاصلہ تین دن کی مسافت ہے	۹۵
۲	مکہ سے عرفہ تک کا سفر شرعی سفر نہیں	۹۶
۳	عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے	۹۷
۴	مسافت شرعی کا اہم ترین ثبوت	۹۸
۵	مسافر تین دن اور تین رات تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے	۹۹
۶	ساڑھے ستاون میل اور بانوے (۹۲) کلومیٹر برابر ہیں	۱۰۰

marfat.com

۱۴۔ نماز وتر اور دعائے قنوت کا بیان

۱ نماز وتر واجب ہے ۱۰۱
۲ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی وضاحت ۱۰۱
۳ نماز وتر ہر صورت میں پڑھی جائے ۱۰۲
۴ جس نے نماز وتر نہ پڑھی وہ ہم میں سے نہیں ۱۰۳
۵ حضور علیہ السلام نے نماز وتر تین رکعت پڑھیں ۱۰۴
۶ وتر کی رکعتوں کے بارے میں اہل علم صحابہ کرام کی رائے ۱۰۴
۷ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز وتر تین رکعت پڑھتے تھے ۱۰۵
۸ حضور علیہ السلام نماز وتر کی تین رکعتوں میں کونسی سورتیں پڑھتے تھے ۱۰۶
۹ دعائے قنوت نماز وتر میں پڑھی جائے ۱۰۷
۱۰ حضور علیہ السلام دعائے قنوت نماز وتر میں پڑھتے تھے ۱۰۷
۱۱ حضرت سعید بن جبیر نماز وتر تین رکعت پڑھتے تھے ۱۰۸
۱۲ حضور علیہ السلام نے نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھنے سے منع فرمایا ہے ۱۰۹
۱۳ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز فجر میں کبھی دعائے قنوت نہیں پڑھی ۱۱۰
۱۴ صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا بدعت ہے ۱۱۰
۱۵ حضرت......ابن عمر صبح کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھتے تھے ۱۱۰
۱۶ حضرت ابن مسعودؓ صبح کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھتے تھے ۱۱۱

۱۵۔ نماز تراویح کا بیان

۱ نماز تراویح پڑھنے کا اجر ۱۱۲
۲ حضور علیہ السلام نے نماز تراویح بیس رکعتیں پڑھیں ۱۱۲
۳ نماز تراویح کی وجہ تسمیہ ۱۱۳
۴ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں لوگ تئیس رکعت پڑھتے تھے ۱۱۳
۵ حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ کے زمانہ میں تئیس رکعت پڑھی جاتی تھیں ۱۱۳
۶ حضرت ابی بن کعب کو کو نماز تراویح بیس رکعتیں پڑھانے کا حکم ۱۱۴
۷ حضرت ابو البختری رمضان میں پانچ تروےے پڑھاتے تھے ۱۱۷
۸ حضرت حارث رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے ۱۱۸
۹ محدثین کے نزدیک نماز تراویح بیس رکعت ہیں ۱۱۸
۱۰ بیس رکعت نماز تراویح پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے ۱۱۸

marfat.com

۱۶ ۔ نماز جنازہ کا بیان

۱	نماز جنازہ میں قرأۃ جائز نہیں	۱۲۰
۲	حضرت ابن عمر نماز جنازہ میں قرأۃ نہیں کرتے تھے	۱۲۰
۳	حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کیسے پڑھی	۱۲۱
۴	نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھو !	۱۲۱
۵	تکبیرات جنازہ کے درمیان کیا پڑھا جائے	۱۲۲
۶	اہل علم کے نزدیک نماز جنازہ میں قرأۃ نہیں ہے	۱۲۲
۷	حضرت ابراہیم و حضرت شعبی نماز جنازہ میں قرأۃ نہیں کرتے تھے	۱۲۳
۸	حضرت سالم کے نزدیک نماز جنازہ میں قرأۃ نہیں ہے	۱۲۳
۹	نماز جنازہ میت کے لئے دعائے مغفرت ہے	۱۲۴

۱۷ ۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

۱	ولادت و نسب	۱۲۵
۲	حصولِ علم	۱۲۵
۳	آپ کے اساتذہ	۱۲۶
۴	آپ کے شاگرد	۱۲۷
۵	استاذ کا ادب	۱۲۷
۶	آپ کا ورع و تقوی	۱۲۸
۷	اخلاق و عادات	۱۲۹
۸	امام اعظم کے بارے میں مشائخ اسلام کی رائے	۱۳۰
۹	امام اعظم کے بارے میں غیر مقلدین کی رائے	۱۳۲
۱۰	وصال	۱۳۳
۱۱	اولاد	۱۳۳
۱۲	امام اعظم ابو حنیفہؒ کی نصیحتیں	۱۳۴

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

کچھ مؤلِف اور مؤلف کے بارے میں

فاضلِ نوجوان مولانا سردار احمد حسن سعیدی سلمہ اللہ تعالیٰ مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی، تدریس و تحقیق کے میدان کے ابھرتے ہوئے شہسوار اور صاحب طرز مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ شعلہ نوا مقرر بھی ہیں۔ ایک عرصہ تک ''رضافاؤنڈیشن لاہور'' کے شعبہ تحقیق و تخریج کے ساتھ منسلک رہنے کی وجہ سے مسائل فقہیہ پر کافی عبور رکھتے ہیں۔ اردو ادب کے ساتھ ان کا لگاؤ عشق کی حد تک ہے۔ ادب و فن میں لکھی جانیوالی ہر تحریر کو اپنے مطالعہ میں لانا ان کا مرغوب مشغلہ ہے۔ قدامت پسندی کی بجائے جدت پسندی کا عنصر غالب ہے مگر اپنے اسلاف کی کاوشوں کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی یگانہ روزگار ہستیوں کے خرمنِ علم و تحقیق سے خوشہ چینی کی وجہ سے مسلک اہلسنت کے ساتھ ان کی وابستگی اور اس کی ترویج و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا رگ و پے میں بسا ہوا ہے۔

اس سے قبل بھی مولانا موصوف کے علمی مضامین ''ماہ طیبہ'' و دیگر جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ اہلسنت کے معروف اشاعتی ادارے **ضیاء العلوم پبلی کیشنز** کے بانی محترم سید **شہاب الدین** شاہ صاحب کی ایماء پر موصوف نے قربانی کے مسائل و احکامات پر مشتمل تحقیقی مضمون ''حقیقت قربانی'' کے عنوان سے تحریر کیا جسے بڑی پذیرائی حاصل ہوئی اس کا دوسرا ایڈیشن چھپ رہا ہے۔ زیر نظر تصنیف بھی ایک نابغہ روزگار ہستی کی خصوصی ہدایت پر معرضِ تحریر میں آئی ہے۔

امرِ واقع یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے اعتزال و افتراق کے پروردہ فرقوں نے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ اور پاکان امت کی قدر و منزلت کو دلوں سے نکالنے کیلئے طرح طرح کی حیلہ سازیاں اور دسیسہ کاریاں کرتے آ رہے ہیں۔

قرون اولیٰ سے امت مسلمہ اپنے ائمہ و مجتہدین کے حق پر مبنی اجتہادات اور اقوالِ صواب پر عمل پیرا ہے۔ سلف صالحین نے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے تخریج کئے گئے ان مسائل کو ''فقہ'' کے نام سے مرتب کر کے عوام و خواص کی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ فقہی مسائل کسی امام کی شخصی رائے کا نام نہیں بلکہ ان عظیم تحقیقات کا نام ہے جو علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ حاصل کر لینے کے بعد انہوں نے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے استخراج و استنباط فرمائے۔

marfat.com

اور اگر کسی مسئلے میں آیت یا حدیث میسر نہ آئی تو اپنے اجتہادی قول کے ساتھ احتیاط و اصلاح کیلئے یہاں تک فرما گئے " اذا صح الحدیث فھو مذھبی " کہ جب حدیث صحیح میسر آجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ و دیگر ائمہ ثلاثہ کا زمانہ حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس سے قریب ترین ہے، بعد کے تمام محدثین کرام نے ان میں سے کسی نہ کسی امام مجتہد کی تقلید کی ہے، اور اس سے گلو خلاصی نہ ہو سکنے کی نشاندہی کی، مگر آج کے غیر مقلدین جو ایک طرف تقلید کو شرک کہتے ہیں دوسری طرف وہ انہی محدثین کی مرویات نقل کرتے ہیں جو "مقلد" ہیں۔

گذشتہ عرصے میں قلعہ نجدیت وہابیت کے ریال کی ریل پیل نے فساد و افتراق کا ایسی فضا برپا کر رکھی ہے کہ عوام الناس پریشان و ششدر ہیں۔ "حقیقت" کو اس انداز سے مسخ کیا گیا ہے کہ علماء و دانشور تک حیرت زدہ نظر آتے ہیں۔ تشہیر پر بے دریغ سرمایہ صرف کیا جاتا ہے کہ وہم و گمان سے بھی بالا ہے۔ اس پر مستزاد کلاشنکوف کلچر ہے جسے ناخواندہ حنفی مسلمانوں کو نجدیت و وہابیت کے کلچر میں ڈھالنے کیلئے بطور رعب استعمال کیا جاتا ہے۔ بے ادبی و گستاخی کا ایسا طوفان برپا ہے کہ "الامان والحفیظ"

لہٰذا ضرورت تھی کہ ایسی تحریر مرتب کی جائے جس میں مسائل فقہیہ کو ان کے ماخذ (احادیث مبارکہ) کے ساتھ یکجا ذکر کیا جائے تاکہ غیر مقلدین وہابیہ کے اس الزام کا ازالہ کیا جاسکے کہ حنفی و اہل سنت کے دیگر مسالک قرآن حدیث سے الگ کوئی شریعت رکھتے ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ مولانا موصوف نے بھرپور کاوش سے اس کام کو انجام دیا ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ کریم مولانا سردار احمد حسن سعیدی کو دین متین کی مزید خدمت مقبولہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حافظ محمد اسحاق ظفر
(جنرل سیکرٹری)
تنظیم علماء ضیاء العلوم (العالمی)
۵ / محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

پیشِ لفظ

دسمبر ۹۸ء کی ایک مبارک محفل میں محسن اہل سنت، استاذ العلماء حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ نے مجھے حکم دیا کہ :

" فقہ حنفی کے چند مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ایسی کتاب مرتب کرو جس میں ان مسائل سے متعلق دلائل وروایات مختصر وضاحت کے ساتھ یکجا ہو جائیں ، تاکہ طلبہ وطالبات اور عوام الناس اس سے استفادہ کر سکیں " ۔

سو میں نے اس کام کو شروع کر دیا اور اللہ کے فضل و کرم اور نبی کریم ﷺ کی عنایت خاص سے رمضان المبارک کے مقدس مہینے کی بابرکت ساعتوں کے طفیل یہ کام تکمیل کو پہنچ گیا۔ اس کتاب کے آغاز سے قبل اپنے قارئین سے چند باتیں عرض کرنا بہت ضروری ہیں ؛ تاکہ بوقت مطالعہ فہمِ مطالب میں آسانی رہے۔

☆ " **تقلید** " کے بغیر عام مسلمان کے لئے شریعت پر عمل پیرا ہونا ناممکن سی بات ہے کیونکہ قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے بہت سے علوم وفنون کے علاوہ بے پناہ صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے، ظاہر ہے عام آدمی ان خوبیوں سے بہرہ مند نہیں ہوتا۔

یاد رہے ! قرآن وحدیث کے اردو تراجم پڑھ کر کوئی بھی " عالم " نہیں بن سکتا، اور نہ ہی مروجہ علوم دینیہ کی چند درسی کتب میں معمولی مہارت حاصل کر کے " فقاہت " کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں علوم وفنون کے ماہر ہونے اور بہت سی دوسری خوبیوں کے باوصف آج کے علماء وارباب حکمت و دانش " بابِ اجتہاد " کے وا ہونے کے باوجود اس میں قدم رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ان کے لئے ائمہ مجتہدین کی " تقلید " ضروری ہے۔

اس موقع پر حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی بارگاہ میں پیش آنیوالا ایک اہم واقعہ میری اس بات کی تائید کر رہا ہے کہ جب ایک " غیر مقلد " عالم جو اتفاق سے " نابینا " تھے آپ کے پاس آئے اور اہل سنت کے مذہبِ

marfat.com

مہذّب سے متعلق اپنی رائے یوں بیان کی:

"آپ لوگ قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے تاویلیں کرتے ہو"

مزید براں تقلید شخصی کے متعلق اعلحضرت گولڑوی سے کہا "آپ اتنے بڑے فاضل ہو کر بھی "تقلید" کرتے ہیں؟" اعلحضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے ایک ہی بات سے نابینا غیر مقلد کو لاجواب کردیا۔ فرمایا:

"حافظ صاحب آپ ہی ایک آیت کریمہ کا لفظی ترجمہ کردیجئے بات ختم ہو جائے گی"

ارشاد خداوندی ہے: " ومن کان فی هذه اعمٰی فهو فی الآخرة اعمٰی واضل سبیلا" سورہ الاسراء پ ۱۵ (جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور گمراہ، سیدھی راہ سے بھٹکا ہوگا)

حافظ صاحب مارے شرمندگی کے کچھ نہ کہہ سکے۔ اگر لفظی ترجمہ کرتے ہیں تو اپنے آپ پر بات چسپاں ہوتی ہے اور اگر اعمیٰ سے "دل کا اندھا" مراد لیتے ہیں تو یہ "تاویل" بنتی ہے۔ غیر مقلد نابینا کے مبہوت ہونے پر حضرت قبلہ پیر صاحب نے فرمایا: حافظ صاحب! آپ خود اندازہ لگالیں کہ میں...... آپ کے بقول...... بڑا عالم وفقیہ ہونے کے باوجود ائمہ مجتہدین کی تقلید کا محتاج ہوں تو آپ اپنے متعلق خود سوچ لیں کہ آپ کو تقلید کی کتنی احتیاج اور ضرورت ہے؟

☆ حدیث کی بہت سی اقسام ہیں لیکن ان میں سے " حدیث صحیح " اور "حدیث ضعیف " کا تذکرہ عموماً ہوتا رہتا ہے اہل علم اس بات سے آگاہ ہیں کہ حدیث صحیح قابل عمل اور قابل حجت ہوتی ہے، جبکہ حدیث ضعیف سے بھی فضائل ثابت ہوتے ہیں اور بسا اوقات حدیث ضعیف، مرجحات و قرائن کی وجہ سے حدیث حسن اور حدیث صحیح کے مرتبے میں آجاتی ہے اور اس سے احکام اور مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ یعنی وہ ہر لحاظ سے قابل حجت بن جاتی ہے۔ لیکن اکثر مسلمان جو حدیث کے علم سے آگاہی نہیں رکھتے اس اہم بات سے ناواقف ہیں۔

☆ اکثر لوگ جو علم حدیث کی اصطلاحات و قواعد سے پوری طرح آشنائی نہیں رکھتے...... یہ سمجھتے ہیں کہ صحیح حدیث صرف بخاری، مسلم یا صحاح ستہ کی

marfat.com

دوسری کتب میں ہی ہو سکتی ہیں اور حدیث کی بقیہ کتب "حدیث صحیح" سے بالکل خالی ہیں۔ حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے؛ کیونکہ کتب حدیث کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو کے قریب ہے اور ان تمام کتابوں میں بھی بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں۔ لہٰذا یہ خیال کہ صحیح حدیث...... معیار و پرکھ کے اعتبار سے...... صرف بخاری و مسلم میں بند ہے۔ درست نہیں۔ ان دونوں کتابوں کو اولیت و ترجیح حسنِ عقیدت کی وجہ سے ہے۔ وگرنہ اگر تحقیقی اعتبار سے دیکھا جائے تو بخاری، مسلم اور صحاح ستہ کی دوسری کتب میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جن کی سندیں ضعیف ہیں۔

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ "تابعی" ہیں انہوں نے جو احادیث روایت کی ہیں وہ براہ راست صحابہ کرام سے یا تابعین سے روایت کی ہیں اور صحابہ کرام یا تابعین کے بارے میں اس قسم کا تصور نا ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی راوی "ضعیف" بھی ہوگا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں اگر بعد کا کوئی راوی ضعیف ہے تو بھی اس حدیث کی صحت پر کوئی شک نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تک کے تمام راوی ثقہ، عادل، تام الضبط ہونے کی وجہ سے وہ حدیث صحیح شمار کی جائے گی۔ اور بلا خوف و خطر اس پر عمل کیا جائے گا۔ نیز امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو تمام ائمہ مجتہدین اور ائمہ حدیث میں اس وجہ سے بھی فوقیت حاصل ہے کہ وہ تابعین میں سے ہیں انہوں نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا اس لئے ان کی روایات زیادہ قوی اور قابل توجہ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی حدیث سے امام اعظم جیسے عظیم مجتہد اور محدث کا استدلال کرنا یقیناً اس حدیث کے صحیح ترین ہونے کی دلیل ہے۔

میں نے اس کتاب میں چند مسائل کو احادیث کی روشنی میں واضح کیا ہے اگرچہ بعض مقامات پر اقوال صالحین اور علمائے کرام کی رائے کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن اکثر دلائل کا تعلق احادیث مبارکہ سے ہے اسی مناسبت سے میں نے استاذی المکرم حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے فرمان کے مطابق اس کتاب کا نام "**فقہ حنفی اور حدیث رسول**" رکھا ہے مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کے ذریعے ایک عام مسلمان کو بھی مذکورہ مسائل سے متعلق کچھ احادیث مبارکہ

marfat.com

دیکھنے اور یاد کرنے کو نہایت آسانی سے دستیاب ہو جائیں گی ۔

علاوہ ازیں اگر کوئی شخص تفصیلی دلائل اور نقد و جرح کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ شرح معانی الآثار، صحیح بخاری عمدۃ القاری، مرقاۃ المفاتیح ،شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی، تفہیم البخاری، ہدایہ، فتح القدیر ،ردالمحتار ،فتاوی رضویہ، جاء الحق اور ان جیسی بے شمار دوسری کتبِ احناف کی طرف رجوع کرے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے دل و دماغ کو روشن فرمائے گا ۔

آخر میں اپنی اس کتاب کے مکمل ہونے پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے اس کتاب کے مرتب کرنے کی توفیق بخشی اور ان انتہائی شفیق ہستیوں کا بھی احسان مند ہوں جنہوں نے میری راہنمائی کی ، بالخصوص مخدومِ زمان محسنِ اہلسنت استاذی المکرم علامہ **مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی** ،استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا **سید حسین الدین شاہ** سلطان پوری، استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا **محمد یعقوب ہزاروی**؛ حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی، مولانا محمد اسحاق ظفر اور مولانا محمد اسلام سعیدی کا بہت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنے مفید اور قیمتی مشوروں سے نوازا اور میرے ساتھ بھر پور تعاون کیا ۔ اللہ رب العزت سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے ۔

آمین بجاہ النبی سید المرسلین ﷺ

سردار احمد حسن سعیدی

۲۳ / مارچ ۱۹۹۹ء

marfat.com

حدیث کا بیان

مسئلہ :- حدیث صحیح ، حدیث حسن اور حدیث ضعیف تینوں قابل اعتبار اور قابل حجت ہیں ۔

حدیثِ رسول ﷺ مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی مسائل کے حل کا اہم ترین ذریعہ ہے ۔ ہماری معاشرت ، سیاست ، معیشت ، عبادت ، تعلیم ، تبلیغ ، اخلاقیات ، اقتصادیات ، صنعت و حرفت ، زراعت ، جہاد اور اس نوعیت کے تمام معاملات کا دارومدار حدیث رسول ﷺ پر ہے ۔ علاوہ ازیں حدیث ، قرآن مجید کی تفسیر ہے اور حدیث کے بغیر قرآن مجید کو صحیح طور پر سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ناممکن ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾

یعنی تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ عمل ہے ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

﴿ مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾

رسول ﷺ تم کو جو دیں وہ لے لو اور جس بات سے روکیں اس سے رک جاؤ ۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اطاعت رسول کا حکم دیا ہے ۔ حدیث رسول کی اس اہمیت اور احتیاط کے پیش نظر علمائے حدیث اور مجتہدین نے بڑی تحقیق کی ہے اور انتہائی چھان بین کے بعد حدیث کو بعض اقسام میں تقسیم کر دیا ۔ تاکہ مسائل و احکام کو

marfat.com

سمجھنے اور ان پر عمل کرنے میں دشواری نہ ہو۔

اگرچہ حدیث کی بہت سی قسمیں ہیں لیکن ان میں سے بعض ایسی ہیں جن سے واقف ہونا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

حدیث کا لغوی معنی:- بات کرنا، کلام کرنا۔

حدیث کی شرعی تعریف:- وہ کلام جس میں رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

"قول" سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے کسی بات کا حکم دیا ہو جیسے آپ نے فرمایا: "سواد اعظم کی اتباع کرو"۔

"فعل" سے مراد یہ ہے کہ کوئی کام حضور علیہ السلام نے خود کیا ہو۔ جیسے: حضور علیہ السلام نے حج اور جہاد کیا۔ نماز ادا کی۔

"تقریر" سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا کام جس کا حضور علیہ السلام نے نہ حکم دیا ہو نہ خود کیا ہو لیکن وہ کام آپ کے سامنے کسی اور شخص نے کیا ہو اور آپ نے منع نہ فرمایا ہو بلکہ خاموشی اختیار فرمائی ہو جیسے حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ چومے اس پر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔

فائدہ:- بعض محدثین کے نزدیک صحابی اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر کو بھی حدیث کہا جاتا ہے۔

حدیث صحیح کی تعریف:- وہ حدیث جس کے تمام راوی۔ متصل۔ عادل وثقہ۔ تام الضبط ہوں اور وہ حدیث شاذ نہ ہو۔

marfat.com

حدیث حسن کی تعریف :- وہ حدیث جس کے کسی راوی میں حدیث صحیح کی صفت تام الضبط نہ پائی جاتی ہو۔

حدیث ضعیف کی تعریف :- وہ حدیث جس کے کسی راوی میں صحیح کی ایک سے زیادہ صفات موجود نہ ہوں۔

صحیح۔ حسن اور ضعیف حدیث کی یہ تینوں قسمیں قابل اعتبار اور قابل حجت ہیں۔

☆ حدیث صحیح سے احکام یعنی کسی شے کا حلال و حرام ہونا اور فضائل ثابت ہوتے ہیں۔

☆ حدیث حسن سے بھی احکام اور فضائل ثابت ہوتے ہیں۔

☆ حدیث ضعیف سے صرف فضائل ثابت ہوتے ہیں۔

البتہ بعض صورتوں میں حدیثِ ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ اور اس سے احکام بھی ثابت ہوتے ہیں۔

نمبر ۱ :- کوئی حدیثِ ضعیف اگر متعدد سندوں سے مروی ہو تو وہ کبھی حسن لغیرہ اور کبھی صحیح لغیرہ بن جاتی ہے۔ متعدد سندوں سے مراد بہت زیادہ نہیں بلکہ دو ہی سندیں کافی ہیں۔

میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے :

" قَدْ احْتَجَّ جُمْهُوْرُ الْمُحَدِّثِیْنَ بِالْحَدِیْثِ الضَّعِیْفِ إذَا كَثُرَتْ طُرُقُهٗ وَ اَلْحَقُوْهُ بِالصَّحِیْحِ تَارَةً وَ بِالْحَسَنِ أُخْرٰی "

بے شک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت مانا ہے اور اسے کبھی صحیح اور کبھی حسن کے ساتھ ملحق کیا ہے۔

(میزان الشریعہ الکبری جلد ۱ ص ۶۸ مصطفی البابی)

فتح القدیر میں ہے :

" وَأَیْضًا تَعَدُّدُ طُرُقِ الْحَدِیْثِ یَرْفَعُهٗ اِلَی الْحَسَنِ "

marfat.com

اور ایسے ہی حدیث ضعیف کئی طرق سے مروی ہو تو وہ درجہءِ حَسن کو پہنچ جاتی ہے ۔

(فتح القدیر جلد ۲ ص ۴۲۰)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے :

''تَعَدُّدُ الطُّرُقِ یُبَلِّغُ الْحَدِیْثَ الضَّعِیْفَ اِلٰی حَدِّ الْحَسَنِ''

متعدد روایتوں سے آنا ضعیف حدیث کو درجہ ٔ حسن تک پہنچادیتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۳ ص ۱۸)

فائدہ :- حسن لغیرہٖ حدیثِ حسن کی اور صحیح لغیرہٖ حدیثِ صحیح کی قسم ہے ۔

نمبر ۲ :- حدیثِ ضعیف پر اہلِ علم کے عمل کرنے سے بھی اس میں قوت آجاتی ہے۔ جیساکہ امام ترمذی ؒ جامع ترمذی میں جگہ جگہ حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ (اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے) یعنی اہل علم کے عمل کرنے سے یہ حدیث قوی ہو گئی ہے

مرقاۃ المفاتیح میں بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے :

''وَقَالَ النَّوَوِیُّ اِسْنَادُہٗ ضَعِیْفٌ ...... فَکَأَنَّ التِّرْمِذِیَّ یُرِیْدُ تَقْوِیَةَ الْحَدِیْثِ بِعَمَلِ اَھْلِ الْعِلْمِ''

امام نووی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند ضعیف ہے...... فرماتے ہیں : گویا کہ امام ترمذی اہل علم کے عمل سے اس حدیث کی تقویت کا ارادہ فرمارہے ہیں ۔

(مرقاۃ المفاتیح جلد ۳ ص ۹۸)

نمبر ۳ :- مجتہد کسی حدیثِ ضعیف سے استدلال کرے تو وہ حدیث بھی قوی ہو جاتی ہے۔

marfat.com

علامہ ابن عابدین رد المحتار میں فرماتے ہیں :

کسی حدیثِ ضعیف سے مجتہد کا استدلال اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(نزهة القاری شرح صحیح بخاری بحواله رد المحتار جلد ۱ ص ٤٤)

شرح النقایہ میں ہے :

”فَلَقَدْ اَکْثَرَ الْاِمَامُ اَبُوْاِسْحَاقَ فِیْ الْمُهَذَّبِ وَالْاِمَامُ الْحَرَمَیْنِ فِیْ النِّهَایَةِ وَغَیْرِهِمَا مِنْ ذِکْرِ الْاِسْتِدْلَالِ بِالْاَحَادِیْثِ الضَّعِیْفَةِ“

مہذب میں امام ابو اسحٰق اور نہایہ میں امام الحرمین نے اکثر احادیث ضعیفہ سے استدلال ذکر کیا ہے ۔

(شرح النقایه جلد ۱ ص ۸)

ملا علی قاری شرح النقایہ میں لکھتے ہیں :

” بَلْ صَرَّحَ اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ عَنْ حَدِیْثِ ضَعِیْفٍ بِأَنَّه' صَحِیْحٌ“

بلکہ امام الحرمین نے تصریح کی ہے کہ حدیث ضعیف بھی صحیح ہی ہوتی ہے ۔(یعنی اس کا ضعف صحت کے منافی نہیں) (شرح النقایه جلد ۱ ص۸)

نمبر ٤ :- صالحین کے عمل سے بھی حدیثِ ضعیف قوی ہو جاتی ہے جیسا کہ صلوٰۃ تسبیح ضعیف حدیث سے ثابت ہے لیکن اس ضعیف حدیث پر حضرت امام عبد اللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد دوسرے متقین اور صلحاء کے عمل کرنے سے اس حدیث کو قوت مل گئی اور اب تمام مسلمان اس پر عمل کرتے ہیں ۔ امام حاکم نیشاپوری نے المستدرک میں اس بات کی وضاحت کی ہے

نمبر ٥ :- اولیائے کرام کے کشف سے بھی حدیثِ ضعیف قوی ہو جاتی ہے ۔ ملا علی قاری نے شیخ ابن عربی کے حوالے سے کشف کا ایک واقعہ

marfat.com

ذکر کیا ہے، اور شیخ ابن عربی کا قول بھی نقل کیا ہے :

"قَالَ الشَّيْخُ فَعَرَفْتُ صِحَّةَ الْحَدِيْثِ بِصِحَّةِ كَشْفِهِ "

میں نے اس حدیث کی صحت کو اس جوان کے کشف کی صحت سے جان لیا۔

(مرقاۃ المفاتیح جلد ۳ ص ۹۹)

نمبر ٦ :- جس حدیث کو امت نے قبول کر لیا ہو وہ ضعیف حدیث بھی قوی ہو جاتی ہے۔

حافظ ابن کثیر نے علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے :

جو حدیث جماعت ائمہ سے منقول ہو اور امت نے اس کو قبول کر لیا ہو وہ حدیث بھی قطعی ہے۔

(شرح صحیح مسلم بحوالہ اختصار علوم الحدیث مع الباعث الحثیث جلد ۱ ص ١٦٧)

فتح المغیث میں علامہ سخاوی فرماتے ہیں :

" اِذَا تَلَقَّتِ الْاُمَّةُ الضَّعِيْفَ بِالْقُبُوْلِ يُعْمَلُ بِهٖ عَلٰى الصَّحِيْحِ حَتّٰى أَنَّهٗ يَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الْمُتَوَاتِرِ "

جب ضعیف حدیث کو امت نے قبول کر لیا ہو، تو صحیح مذہب کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا اور وہ حدیث ضعیف بمنزلہ حدیث متواتر کے ہو گی۔

(فتح المغیث تنبیہات جلد ۱ ص ٢٦٨)

اس سے معلوم ہوا کہ ضعیف حدیث بھی قابل حجت اور قابل عمل ہوتی ہے اور ہر حدیث کو بغیر تحقیق اور غور و فکر کے " ضعیف " کہہ دینا اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے سے دور رکھنا بہت بڑی جہالت اور انتہائی لاعلمی بلکہ گمراہ کن بات ہے۔

فائدہ :- یاد رکھنا چاہئے کہ حدیث ضعیف میں احتیاط حدیث کے الفاظ و مفہوم کی وجہ سے نہیں کی جاتی بلکہ حدیث روایت کرنے والوں میں

marfat.com

سے کسی کی کمزوری کی وجہ سے احتیاط کی جاتی ہے۔لہذا ہر مسلمان کو بہت احتیاط کرنی چاہئے اور حدیث کو ضعیف کہتے وقت متکبرانہ اور تحقیرانہ انداز اپنانے سے بچنا چاہئے۔ اور حدیث ضعیف کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنے سے بھی بچنا چاہئے !نیز حضور علیہ السلام اور آپ کی حدیث کا ادب واحترام ہر حال میں پیش نظر رکھنا چاہئیے۔

علاوہ ازیں علمائے کرام فرماتے ہیں یہ نہ کہا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ حدیث کسی اور سند کے اعتبار سے صحیح ہو نیز سند ہی کو نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ متن حدیث کو بھی دیکھنا چاہئے ، تاکہ حدیث رسول کے بارے میں کسی قسم کی کوتاہی اور سستی نہ ہو ۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

تقلید کا بیان

مسئلہ :- ہر وہ شخص جو قرآن و حدیث کا عالم نہیں اور وہ عالم جو غیر مجتہد ہے، کے لئے کسی امام مجتہد کی تقلید کرنا ضروری ہے۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے مسائل اخذ کرنے کے لئے بہت سے علوم و فنون میں مہارت تامہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لئے اپنی ساری زندگی وقف بلکہ خرچ کرنا پڑتی ہے اور ظاہری بات ہے کہ ہر شخص اپنے معاشرتی مسائل اور معاشی ضروریات و مصروفیات کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا اس لئے فروعی مسائل کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے ان کا ائمہ مجتہدین کی پیروی اور تقلید کرنا لازمی قراد دیا گیا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

تقلید کا لغوی معنی :- ہار پہنانا ، گلے میں پٹہ ڈالنا ۔

فقہی تعریف :- کسی شخص کی بات پر بغیر دلیل اور حجت کے عمل کرنا۔

علامہ عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں :

"أَنَّ التَّقْلِيْدَ هُوَ قَبُوْلُ قَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ مَعْرِفَةِ دَلِيْلِهِ"

کسی کے قول کو دلیل کے پہچانے بغیر قبول کر لینا تقلید ہے ۔

(خلاصة التحقيق فى بيان حكم التقليد ص ٤)

وہ مسائل جن میں تقلید جائز نہیں

عقائد اور وہ احکام شرعیہ جو قرآن و حدیث سے صراحتاً ثابت ہیں ان

marfat.com

میں کسی کی تقلید جائز نہیں ۔

عقائد : جیسے توحید، رسالت، قیامت، جنت دوزخ، وجود ملائکہ وغیرہ۔

شرعی احکام : جیسے نماز ،روزہ، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت۔ سود، خنزیر، شراب اور زنا کی حرمت ۔

وہ مسائل جن میں تقلید ضروری ہے

تمام فروعی مسائل جن کا تعلق عقائد اور اصولِ دین سے نہ ہو اور وہ قرآن وحدیث سے اجتہاد کے ذریعے اخذ کیے جائیں۔ ان مسائل میں کسی امام مجتہد کی تقلید کرنا ضروری ہے : جیسے امام کے پیچھے قراۃ نہ کرنا، تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہ کرنا، آمین آہستہ کہنا ، قراۃ سے پہلے ﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ﴾ آہستہ پڑھنا، نماز جنازہ میں قراۃ نہ کرنا۔

وہ مسلمان جس کے لئے تقلید ضروری ہے

ہر ایسا شخص جس میں اجتہاد کرنے کی صلاحیت نہیں ،چاہے وہ عالم ہے یا کوئی عام مسلمان، اس کے لئے تقلید ضروری ہے۔

(خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد ص ٦)

قرآن مجید سے تقلید کا ثبوت :

اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ﴾

اے ایمان والو! تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی اور انکی جو تم میں سے صاحبِ حکم ہیں ۔

(القرآن سورة النساء آيت ٥٩)

marfat.com

سورۃ النساء میں ہے :

﴿ وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَ إِلَىٰ أُولِي الأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ ﴾

اور اگر وہ رسول کی طرف اور اپنے ان حکم والوں کی طرف رجوع کرتے تو ضرور جان لیتے اس کی حقیقت، وہ لوگ جو اس کی کوشش کرتے ہیں۔

(القرآن سورة النساء آیت ۸۳)

سورۃ الأنبیاء میں ہے :

﴿ فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ ﴾

دریافت کرو تم اہل علم سے اگر تم کو علم نہیں۔

(القرآن سورة النحل آیت ۴۳، سورة الأنبياء آیت ۷)

یہ آیات مبارکہ "تقلید" کے واجب ہونے کے بارے میں بہت واضح دلیل ہیں۔ مفسرین کرام کے مطابق۔ اُولِی الْاَمْرِ ۔ اَهْلَ الذِّكْرِ اور مُسْتَنْبِطِیْنَ سے مراد علماء اور مجتہدین ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ جو شخص اولوالامر ، اہل ذکر اور اِسْتِنْبَاط کرنے والوں میں سے نہیں اس کے لئے تقلید ضروری ہے۔

امام صاوی تفسیر الصاوی علی الجلالین میں فرماتے ہیں کہ مذاہب اربعہ یعنی حنفی۔ مالکی۔ شافعی اور حنبلی مذہب کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز ہی نہیں اور جو ان مذاہب سے خارج ہے۔ وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ﴾

marfat.com

جو اللہ اور رسول کا حکم مانے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ۔

(القرآن سورۃ نساء آیت ٦٩)

سورۃ لقمان میں ہے:

﴿ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ﴾

اور اتباع کر اس کی جس نے میری طرف رجوع کیا۔

(القرآن۔ سورۃ لقمان آیت ١٥)

سورئہ بنی اسرائیل میں ہے:

﴿ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ﴾

جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

(القرآن سورہ بنی اسرائیل آیت ٧١)

تفسیر قرطبی میں اس آیت کے تحت علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اماموں کے نام سے پکارے گا جن کی دنیا میں انہوں نے تقلید اور پیروی کی ہوگی اور ان کو یوں پکارا جائے گا۔ اے حنفیو! اے شافعیو! اے معتزلیو!

(سورہ بنی اسرائیل الجزء العاشر ص ٢٩٧)

سورۃ البقرۃ میں ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾

اللہ تعالیٰ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت کے مطابق۔

(القرآن سورۃ البقرۃ آیت ٢٨٦)

مذکورہ بالا تمام آیاتِ "تقلید" کے وجوب پر نہایت واضح دلیل ہیں دیگر علمائے قرآن (مفسرین) نے بھی ان آیات کے تحت یہی لکھا ہے یعنی کہ "تقلید" ضروری ہے۔

marfat.com

حدیث رسول سے تقلید کا ثبوت

مشکوٰۃ المصابیح میں ہے :۔

"عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ يَقُولُ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ سَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِيْ إِخْتِلَافاً شَدِيْداً فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ"

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ تم میرے بعد بہت اختلاف دیکھو گے پس تم پر میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام جلد ۱ ص ۳۰)

مشکوٰۃ المصابیح میں ہے :

"عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلٰى مَنْ أَفْتَاهُ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :
"جس نے علم کے بغیر فتوی دیا تو اس کا گناہ فتویٰ پوچھنے والے پر ہے"

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم جلد ۱ ص ۳۵)

صحیح بخاری میں ہے :

"يُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِئْتَمُّوْنِيْ وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ"

رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے تم میری اقتداء کرو اور جو تمہارے بعد آئیں وہ تمہاری اقتداء کریں ۔

(صحیح بخاری باب الرجل یاتم بالامام و یاتم الناس بالماموم جلد ۱ ص ۹۹)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے :

"اَلْبَرَكَةُ مَعَ أَكَابِرِكُمْ أَهْلِ الْعِلْمِ"

marfat.com

تمہارے لئے اہل علم بزرگوں کی پیروی اور معیت میں برکت ہے۔

(جامع صغیر)

علامہ اقبالؒ اسی وجہ سے فرماگئے :

زاجتہادِ عالمانِ کم نظر ☆ اقتداء بر رفتگاں محفوظ تر

مشکوٰۃ المصابیح میں ہے :

" إِتَّبِعُوا السَّوَادَ الأَعْظَمَ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ "

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سوادِ اعظم کی اتباع کرو جو سوادِ اعظم سے علیحدہ ہوا آگ میں ڈالا جائیگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام جلد ۱ ص ۳۰)

یہ تمام احادیث جو بیان کی گئی ہیں ان میں تقلید کا بہت ہی واضح ثبوت موجود ہے جس کو سمجھنے کے لئے کسی تگ ودو اور محنت کی ضرورت نہیں ہے۔

قرآن وحدیث کے علاوہ تقلید کے واجب ہونے کے لئے یہ بات بھی بڑی اہم ہے کہ بڑے بڑے مفسرین ، فقہاء اور ائمہ و محدثین کرام کسی نہ کسی امام مجتہد کے مقلد ہیں ؛ حتی کہ امام بخاری اور امام ترمذی جیسے عظیم محدثین بھی امام شافعیؒ کے مقلد تھے۔ جیسا کہ غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی "ابجد العلوم" میں کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ امام شافعیؒ کے مقلد تھے۔

نیز تابعین کرام سے لے کر آج تک تقریباً تمام مسلمان آئمہ مجتہدین کی تقلید کرتے چلے آئے ہیں اور ویسے بھی کسی مسلمان کا ائمہ کی تقلید کے بغیر زندگی گزارنا اور شریعت پر عمل پیرا ہونا ناممکن سی بات ہے۔

علاوہ ازیں غیر مقلدین تقلید کی شدید مخالفت کے باوجود خود ائمہ حدیث اور علمائے کرام کی تقلید اور پیروی کرتے ہیں ہر مسئلہ میں محدثین اور دوسرے اسلاف کی عبارات کو دلیل بناتے ہیں کس حدیث کی سند قوی ہے اور

marfat.com

کس حدیث کی سند ضعیف ہے اقوال صالحین اور ائمہ کرام کی رائے کو ہی بطور ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اور اسی کا نام تقلید ہے ۔

خصوصی نوٹ

غیر مقلدین کے نزدیک تقلید ناجائز اور حرام ہے ۔ وہ مقلدین کو انتہائی غلط اور نا قابل اعتبار بلکہ "مشرک" سمجھتے ہیں ۔ گویا کہ غیر مقلدین کے نزدیک تقلید بہت بڑا عیب اور نا قابل معافی جرم ہے ۔ بلکہ شرک اور حرام ہے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ تقریبا تمام محدثین کرام اور ان کی کتب میں بیان کی گئی احادیث کے تمام راوی کسی نہ کسی امام مجتہد کے مقلد ہیں، مگر تقلید کو حرام کہنے والے ...... غیر مقلدین ...... ان مقلدین کی روایت کردہ احادیث کو بڑے فخر کے ساتھ اپنے مسلک کے ثبوت کے لئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ اور ان کی روایتوں کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔

تقلید کے مخالفین سے ہماری گذارش ہے کہ وہ ایسی احادیث کو دلیل کے طور پر پیش کریں جن کے راوی مقلد نہ ہوں۔

میرا خیال غالب یہی ہے کہ کتب احادیث میں شاید ہی کوئی ایسی حدیث اور روایت موجود ہو جس کو غیر مقلدین اپنی مسلک کے ثبوت کے لئے بطور دلیل پیش کر سکیں۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

بدعت کا بیان

مسئلہ :- بدعت سئیہ سے بچنا ضروری ہے جبکہ بدعتِ حسنہ پر عمل کرنا مستحب ہے۔

اسلام ایک وسیع مذہب ہے۔ " الدین یسر " دین آسان ہے۔ اس میں اتنی شدت اور سختی نہیں کہ زندگی بسر کرنا مشکل ہو جائے۔ اور نہ اتنی آزادی کہ اپنی غلط خواہشات کو دین کا حصہ سمجھ لیا جائے۔ اسلام ایک نفیس مذہب ہے جو ہر برے کام سے روکتا ہے اور نیکی کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ ہر ایسے کام کے اپنانے کو صحیح سمجھتا ہے ...... جس میں اچھائی کا پہلو موجود ہو بشرطیکہ وہ کام شریعتِ مطہرہ اور سنتِ رسول ﷺ کے خلاف نہ ہو ...... اگرچہ وہ حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں نہ کیا گیا ہو۔

بدعت کا لغوی معنی :- نیا کام، نئی ایجاد، نئی بات۔

بدعت کا شرعی معنی :- ہر وہ کام جو حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات مبارکہ میں نہ ہو بلکہ بعد میں ایجاد ہوا ہو۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں

(۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سئیہ

بدعت حسنہ کی تعریف :- ہر وہ طریقہ جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ ہو بعد میں ایجاد ہوا ہو۔ اور وہ کام شریعت کے خلاف نہ ہو۔ جیسے نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرنا، قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے بہت سے دوسرے علوم وفنون پڑھنا اور سیکھنا، دینی مدارس قائم کرنا۔ قرآن مجید کے اعراب کا لگایا

marfat.com

جانا ، کمپیوٹر اور ٹیلی ویژن کو دین کی ترویج کے لئے استعمال کرنا ۔

کشاف اصطلاحات الفنون میں امام شافعیؒ کے حوالے سے ہے :

"وَمَا اَحْدَثَ مِنَ الْخَیْرِ وَلَمْ یُخَالِفْ شَیْئًا مِنْ ذٰلِکَ فَهُوَ الْبِدْعَةُ الْمَحْمُوْدَةُ"

اور وہ بدعت جو کتاب اللہ ، سنت ، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف نہ ہو تو یہ بدعت حسنہ ہے ۔ (کشاف اصطلاحات الفنون جلد ۱ ص ۱۳۳)

نیل الاوطار میں ہے :

"وَالتَّحْقِیْقُ اَنَّهَا اِنْ کَانَتْ مِمَّا یَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَحْسَنٍ فِی الشَّرْعِ فَهِیَ حَسَنَةٌ"

اور تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے ۔

(نیل الاوطار باب صلوۃ التراویح جلد ۳ ص ۵۷)

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں :

" مَا کَانَ وَاقِعًا تَحْتَ عُمُوْمِ مَّانَدَبَ اللّٰهُ اِلَیْهِ وَخَصَّ عَلَیْهِ اَوْ رَسُوْلُهٗ ﷺ فَهُوَ فِیْ حِیْزِ الْمَدْحِ وَمَا لَمْ یَکُنْ لَهٗ مِثَالٌ مَوْجُوْدٌ کَنَوْعٍ مِنَ الْجُوْدِ وَالسَّخَاءِ وَفِعْلِ الْمَعْرُوْفِ فَهُوَ مِنَ الْاَفْعَالِ الْمَحْمُوْدَةِ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ خِلَافِ مَاوَرَدَ الشَّرْعُ بِهٖ "

وہ کام جو ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو ، یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس حکم پر برانگیختہ کیا ہو اس کام کا کرنا "محمود" ہے اور جن کاموں کی مثل پہلے موجود نہ ہو جیسے سخاوت کی اقسام اور دوسرے نیک کام پس وہ اچھے کام ہیں۔ بشرطیکہ وہ خلافِ شرع نہ ہوں ۔

(النھایہ باب الباء مع الدال جلد ۱ ص ۱۰۶)

marfat.com

تفسیر روح البیان میں ہے :

" جَمِيْعُ مَا ابْتَدَعَهُ الْعُلَمَاءُ وَالْعَارِفُوْنَ وَلاَ يُخَالِفُ السُّنَّةَ فَهُوَ مَحْمُوْدٌ "

ہر وہ کام جسے علماء اور عارفین ایجاد کریں اور وہ سنت کے خلاف نہ ہو تو یہ اچھا کام ہے ۔ (روح البیان)

بدعتِ حسنہ پر عمل کرنا باعثِ اجر و ثواب ہے

ابوداؤد الطیالسی میں ہے :

" مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ "

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے۔ اور ان کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہو گی ۔ (ابو داؤد الطیالسی الجزء الثانی ص ۹۳)

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہر وہ اچھا کام جو حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں نہ ہو بعد میں ایجاد ہوا ہو۔ اور شریعت کے مخالف نہ ہو تو ایسے کام کو اپنانا اور ایجاد کرنا دونوں باعث اجر ہیں ۔

علاوہ ازیں جو کام نیا ہو اور کتاب و سنت میں اس کے بارے میں کوئی واضح حکم موجود نہ ہو تو مجتہدین اور اہل اللہ کو اس کے بارے میں غور و فکر کرنا چاہئے تاکہ یہ معلوم ہو سکے وہ نیا کام " بدعت حسنہ " ہے یا کہ " بدعت سیئہ " ۔

سننِ دارمی میں ہے :

" عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْاَمْرِ يُحْدَثُ لَيْسَ فِيْ كِتَابٍ وَلاَ سُنَّةٍ فَقَالَ يَنْظُرُ فِيْهِ الْعَابِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ "

marfat.com

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے نئے کام...... جس کی وضاحت کتاب و سنت میں نہ ہو...... کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس امر محدث کے بارے میں عابدین مومنین کو غور و فکر کرنا چاہیے۔

(سنن دارمی باب التورع عن الجواب فی ما لیس فیه کتاب ولا سنة جلد ۱ ص ٥٤)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر نئے کام کو برا سمجھ کر رد نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اس کے لئے یہ واضح حکم موجود ہے کہ مجتہدین اور اہل اللہ اس کے بارے میں فیصلہ کریں۔

اسی بناء پر امام نووی اور دوسرے بہت سے ائمہ نے بدعت کی پانچ اقسام بیان کی ہیں۔

(۱) بدعتِ واجبہ (۲) بدعتِ مندوبہ (۳) بدعتِ مباحہ
(۴) بدعتِ مکروہہ (۵) بدعتِ حرام

ایک اور حدیث میں ہے:

"مَارَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ"

جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے۔

(همعات از شاه ولی الله محدث دهلوی ص ۲۹)
(موطا امام محمد باب قیام شهر رمضان ص ۱٤٤)

امام کاسانیؒ بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:

"اِتِّبَاعُ مَا اشْتَهَرَ الْعَمَلُ بِهٖ فِی النَّاسِ وَاجِبٌ"

جو عمل لوگوں میں مشہور ہو جائے جبکہ شریعت کے مطابق ہو، اس کی اتباع ضروری ہے۔

(بدائع الصنائع فصل فی بیان ما یستحب فی یوم العید الجزء الاول ص ۲۸۰)

marfat.com

شیخ وحید الزمان جو غیر مقلدین کے "امام" ہیں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بدعت حسنہ کو دانتوں سے (مضبوطی سے) پکڑ لینا چاہیئے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ السلام نے اس کو واجب کیئے بغیر اس پر برانگیختہ کیا ہے جیسے نماز تراویح۔ (ھدیۃ المھدی ص ۱۱۷)

علامہ عینی نے بھی فرمایا ہے کہ جو کام شریعت کے مخالف نہ ہو تو وہ "بدعت حسنہ" ہے۔

ان تمام احادیث مبارکہ اور اقوالِ الصالحین سے یہ بات نہایت آسانی سے معلوم ہو رہی ہے کہ ہر ایسا عمل جو حضور علیہ السلام کے زمانہء اقدس میں نہیں تھا بلکہ بعد میں ایجاد ہوا۔ اگر وہ شریعت مطہرہ اور سنت رسول کے مخالف نہیں تو اس پر عمل کرنا مستحب اور بعض صورتوں میں ضروری ہے۔

اور اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان تاریخی الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ماہِ رمضان میں نماز تراویح کی جماعت کا اہتمام کیا تو کسی شخص نے عرض کیا کہ یہ "بدعت" ہے تو حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا : "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔

بدعتِ سئیہ کی تعریف :- ہر وہ کام جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہء اقدس میں نہ ہو بلکہ بعد میں ایجاد ہوا ہو اور وہ شریعت کے مخالف ہو۔ جیسے : <u>عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں جمعہ کا خطبہ پڑھنا۔</u>

نیل الاوطار میں ہے :

"وَاِنْ كَانَتْ مِمَّا يَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَقْبَحٍ فِى الشَّرْعِ فَهِىَ مُسْتَقْبَحَةٌ"

marfat.com

شیخ وحید الزمان جو غیر مقلدین کے "امام" ہیں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بدعت حسنہ کو دانتوں سے (مضبوطی سے) پکڑ لینا چاہیے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ السلام نے اس کو واجب کئے بغیر اس پر برانگیختہ کیا ہے جیسے نماز تراویح۔ (هدية المهدى ص ۱۱۷)

علامہ عینی نے بھی فرمایا ہے کہ جو کام شریعت کے مخالف نہ ہو تو وہ "بدعت حسنہ" ہے۔

ان تمام احادیث مبارکہ اور اقوالِ الصالحین سے یہ بات نہایت آسانی سے معلوم ہو رہی ہے کہ ہر ایسا عمل جو حضور علیہ السلام کے زمانہء اقدس میں نہیں تھا بلکہ بعد میں ایجاد ہوا۔ اگر وہ شریعت مطہرہ اور سنت رسول کے مخالف نہیں تو اس پر عمل کرنا مستحب اور بعض صورتوں میں ضروری ہے۔

اور اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان تاریخی الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ماہِ رمضان میں نماز تراویح کی جماعت کا اہتمام کیا تو کسی شخص نے عرض کیا کہ یہ "بدعت" ہے تو حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا : "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ" یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔

بدعتِ سئیہ کی تعریف :- ہر وہ کام جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہء اقدس میں نہ ہو بلکہ بعد میں ایجاد ہوا ہو اور وہ شریعت کے مخالف ہو۔ جیسے : عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں جمعہ کا خطبہ پڑھنا۔

نیل الاوطار میں ہے :

"وَاِنْ كَانَتْ مِمَّا يَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَقْبَحٍ فِي الشَّرْعِ فَهِيَ مُسْتَقْبَحَةٌ"

marfat.com

اور اگر بدعت ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ " بدعت سئیہ " ہے ۔

(نیل الاوطار باب صلوة التراويح جلد ۳ ص ۵۷)

کشّاف اصطلاحاتِ الفنون میں ہے :

"قَالَ الشَّافِعِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ مَا اَحْدَثَ وَخَالَفَ کِتَابًا اَوْ سُنَّةً اَوْ اِجْمَاعًا اَوْ اَثَرًا فَھُوَ الْبِدْعَةُ الضَّالَّةُ"

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ بدعت جو کتاب، سنت، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف ہو تو یہ بدعت ضالہ (سئیہ) ہے ۔

(کشاف اصطلاحات الفنون جلد ۱ ص ۱۳۳)

معلوم ہوا کہ " بدعت " جو گمراہی کا سبب بنتی ہے اور جسے بدعت ضالۃ یا بدعت ضلالۃ کہا گیا ہے وہ اس نئی ایجاد یعنی بدعت پر صادق آتی ہے، جو کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف ہو ۔

شیخ وحید الزمان " بدعت ضالۃ " کی وضاحت کرتے ہیں :

"وَمِنْھَا مَا ھِیَ تَرْکُ الْمَسْنُوْنِ وَتَحْرِیْفُ الْمَشْرُوْعِ وَھِیَ الضَّلَالَةُ"

بدعات میں سے ایک بدعت وہ ہے جس سے کوئی سنت متروک ہو اور حکم شرعی میں تبدیلی آئے تو یہی بدعت ضلالۃ (سئیہ) ہے ۔

(هدية المهدى ص ۱۱۷)

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں :

ایسا کام جو نیا ہو اور شریعت میں اس کی کوئی اصل نہ ہو تو یہ بدعت (سیئہ) ہے۔

(عمدۃ القاری)

marfat.com

مشکوۃ المصابیح میں ہے :

"مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ"

جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نیا عقیدہ ایجاد کیا کہ جو دین کے خلاف ہو تو وہ مردود ہے۔

(مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام جلد ۱ ص ۲۷)

ایک دوسری حدیث میں ہے :

"مَنْ سَنَّ فی الاسلام سُنَّةً سَیِّئَةً فعلیه وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یُنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ"

جس نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر اس کا گناہ ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہو گی۔

(ابو داؤد الطیالسی الجزء الثانی ۹۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ وہ بدعت جس کی مذمت کی جاتی ہے اور جس پر عمل کرنا مکروہ اور ناجائز ہے وہ "بدعت سیئہ" ہے اور حدیث رسول میں جو آیا ہے کہ "ہر بدعت گمراہی ہے" اس سے مراد بھی بدعت سیئہ ہی ہے۔

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں :

"کُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ اِنَّمَا یُرِیْدُ مَا خَالَفَ اُصُوْلَ الشَّرِیْعَةِ وَلَمْ یُوَافِقِ السُّنَّةَ"

"ہر نیا کام بدعت ہے" سے وہ نیا کام مراد ہے جو شریعت کے مخالف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو۔

(النهایة باب الباء مع احوال جلد ۱ ص ۱۰۷)

معلوم ہوا کہ بدعتِ ضلالۃ وہی ہے جو سنت کے مطابق نہ ہو۔ ورنہ دینی مدارس قائم کرنا، قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے دوسرے علوم کو پڑھنا ،

marfat.com

سکولوں کالجوں، یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنا، دستارِ فضیلت کے جلسے منعقد کرنا، لاوڈ سپیکر پر دین کی تبلیغ کرنا اور ریڈیو، ٹی وی کے ذریعے دوسروں تک اسلام کا پیغام پہنچانا کیسے صحیح ہوتا۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

قے اور دمِ سائل کا ناقضِ وضو ہونا

مسئلہ :- قے اور ایسا خون جو جسم سے نکل کر بہہ جائے وضو کو توڑ دیتا ہے۔

نماز کی ادائیگی کے لئے وضو کرنا فرض ہے اور بغیر وضو کے نماز ادا نہیں کی جا سکتی وضو نماز کی کنجی ہے وضو کو مومن کی پہچان کہا گیا ہے حدیث کے مطابق جب مسلمان وضو کر کے نماز کی نیت سے مسجد کی طرف جاتا ہے تو ہر قدم پر اس کے درجے بلند ہوتے ہیں ۔جو شخص حضور علیہ السلام کے طریقہ کے مطابق وضو کرے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں وضو کچھ اعضاء کے دھونے اور سر پر مسح کرنے کا نام ہے جو بعض چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے قے آجانا اور جسم سے خون کا نکل کر بہنا بھی ان ہی چیزوں میں شامل ہے۔

سنن دار قطنی میں ہے :

”عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَاءَ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ أَوْ قَلَسَ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَبْنِ عَلٰى مَا مَضٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ مَالَمْ يَتَكَلَّمْ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ فَإِنْ تَكَلَّمَ اِسْتَأْنَفَ“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کسی کو دوران نماز قے یا کھانا آجائے تو وہ واپس آئے اور وضو کرے اگر اس دوران اس نے کوئی بات نہیں کی تو جہاں سے اپنی نماز کو چھوڑا تھا اس پر بنا کرلے اور اگر اس نے کوئی بات کرلی ہے تو پھر نئے سرے سے نماز پڑھے گا ۔ (سنن دار قطنی باب فی الوضوء من الخارج فی البدن جلد ۱ ص ۱۵۲)

مصنف عبدالرزاق میں ہے :

”عَنْ عَطَاءٍ قَالَ إِنْ قَاءَ إِنْسَانٌ أَوِ اسْتَقَاءَ وَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْوَضُوْءُ“

marfat.com

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انسان کو قے آجائے یا وہ خود قے کرے تو اس پر دوبارہ وضو کرنا واجب ہے۔

(مصنف عبدالرزاق باب الوضوء من القیء والقلس جلد ۱ ص ۱۳۶)

ایک اور حدیث میں ہے :

"عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ اِسْتَقَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَأَفْطَرَ وَأُتِیَ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ"

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قے کی تو روزہ توڑ دیا اور پانی منگوایا پھر وضوء کیا۔

(مصنف عبدالرزاق باب الوضوء من القی والقلس جلد ۱ ص ۱۳۶)

یہ احادیث اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ قے آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر دورانِ نماز قے آئے تو نمازی دوبارہ وضو کرے اور پھر واپس جا کر نماز مکمل کرے اگر وضو ٹوٹنے کے بعد اس نے کسی قسم کی بات کر لی ہے تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔

علاوہ ازیں مصنف عبدالرزاق کی روایت کردہ ایک حدیث میں "وقد وجب علیه الوضوء" اور ایک دوسری حدیث میں "الوضوء من القئی" کے الفاظ آئے ہیں اس سے ایک عام فہم آدمی بھی بآسانی یہ سمجھ سکتا ہے کہ قے آنے کی صورت میں دوبارہ وضو کرنا لازم اور ضروری ہے۔

جسم سے خون بہنے کی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے

سنن دار قطنی میں ہے :

"عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْوُضُوْءُ مِنْ کُلِّ دَمٍ سَائِلٍ"

marfat.com

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بہنے والے خون پر وضو کرنا واجب ہے۔

(سنن دار قطنی باب فی الوضوء من الخارج من البدن کالرعاف والقی جلد ۱ ص ۱۵۷)

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

”عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ قَالَ لِیُ عَطَاءٌ تَوَضَّأْ مِنْ کُلِ دَمٍ خَرَجَ فَسَالَ“

حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عطاء نے مجھ سے کہا کہ اگر خون جسم سے نکلے اور بہہ جائے تو وضو کرنا لازم ہے۔

(مصنف عبدالرزاق باب الوضوء فی الدم جلد ۱ ص ۱۴۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جسم کے کسی بھی حصے سے خون بہنے کی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر ایسا شخص نماز پڑھنا چاہیے یا کوئی ایسا عمل کرنا چاہیے جو بغیر وضو کے نہیں ہو سکتا تو اس پر وضو کرنا لازم ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

”عَنْ عَبْدِالْعَزِیْزِ بْنِ عُبَیْدِاللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِی یَقُوْلُ اَلْوَضُوْءُ وَاجِبٌ مِنْ کُلِ دَمٍ قَاطِرٍ، قَالَ سَمِعْتُ الْحَکَمَ یَقُوْلُ مِنْ کُلِ دَمٍ سَائِلٍ“

حضرت عبدالعزیز بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت شعبی کو کہتے ہوئے سنا کہ جسم سے خون کے قطرے ٹپکنے کی صورت میں وضو کرنا واجب ہے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حکم کو کہتے ہوئے سنا کہ جسم سے خون بہنے کی صورت میں وضو کرنا واجب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ باب اذا سال الدم او قطر فیہ الوضوء جلد ۱ ص ۱۳۷)

marfat.com

مصنف عبدالرزاق میں ہے :

" إِنْ سَالَ الدَّمُ فَلْيَتَوَضَّأْ وَإِنْ ظَهَرَ وَلَمْ يَسِلْ فَلاَ وُضُوْءَ عَلَيْهِ "

بے شک خون بہنے کی صورت میں وضو کرنا لازم ہے اور اگر خون دکھائی دیا لیکن بہا نہیں تو پھر وضو کرنا لازم نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق باب الوضوء من الدم جلد ۱ ص ۱۴۳)

امام ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق کی روایت کردہ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جسم سے خون نکل کر بہہ جائے یا جسم سے خون کے قطرے ٹپکیں تو ہر حال میں وضو کرنا ضروری ہے اگر بغیر وضو کیے کوئی شخص نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہو گی ۔

سنن ابن ماجہ میں ہے :

" عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَصَابَهُ قَيْءٌ أَوْ رُعَافٌ أَوْ قَلَسٌ أَوْ مَذْيٌ فَلْيَنْصَرِفْ وَلْيَتَوَضَّأْ "

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو قے، نکسیر، منہ میں کھانا آجائے یا مذی نکل آئے تو وہ واپس آئے اور پھر سے وضو کرے۔

زجاجۃ المصابیح میں ہے :

" عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَاءَ فَتَوَضَّأَ قَالَ مَعْدَانُ فَلَقِيْتُ ثَوْبَانَ فِيْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ فَقَالَ صَدَقَ أَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوْئَهُ "

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو قے ہوئی تو آپ نے وضو کیا۔ حضرت معدان فرماتے ہیں کہ میں مسجد دمشق میں

marfat.com

حضرت ثوبان سے ملا اور حضرت ابودرداء کی اس روایت کا ذکر کیا تو حضرت ثوبان کہنے لگے انہوں نے سچ کہا کیونکہ پانی میں ہی لایا تھا۔

(زجاجة المصابیح باب ما یوجب الوضوء جلد ۱ ص ۸۸)

سنن دار قطنی میں ہے:

"عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَلَسَ أَوْ قَاءَ أَوْ رَعَفَ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْتَوَضَّأْ وَلِيُتِمَّ عَلٰى صَلٰوتِهٖ"

حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو دوران نماز منہ میں کھانا آیا یا قے آئی یا نکسیر آئی تو وہ واپس آکر دوبارہ وضو کرے اور اپنی نماز کو مکمل کرے۔

(سنن دار قطنی باب فی الوضوء من الخارج من البدن کالرعاف والقیء جلد ۱ ص ۱۵۷)

مؤطا امام مالک میں ہے:

"عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قُسَيْطِ اللَّيْثِيِّ أَنَّهٗ رَأٰى سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ رَعَفَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَأَتٰى حُجْرَةَ أُمِّ سَلْمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَأُتِيَ بِوَضُوْءٍ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنٰى عَلٰى مَا قَدْ صَلّٰى"

حضرت یزید بن عبداللہ قسیط لیثی رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ کو دوران نماز دیکھا کہ ان کی ناک سے خون بہنے لگا تو وہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آئے پانی منگوایا پھر وضو کیا پھر واپس آکر نماز مکمل کی۔

(موطا الامام مالک باب ما جاء فی الرعاف والقئی ص ۲۶)

ایک اور حدیث میں ہے:

"عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا رَعَفَ اِنْصَرَفَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنٰى وَلَمْ يَتَكَلَّمْ"

marfat.com

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا کو دورانِ نماز ناک سے خون آیا تو واپس آکر انہوں نے دوبارہ وضو کیا اور اپنی نماز مکمل کی جب کہ اس دوران انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔

(موطا الامام محمد باب الوضوء من الرعاف ص ۶۲)

مذکورہ بالا تمام احادیث اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ جسم سے خون نکل کر بہنے اور قے آنے کی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے چاہے خون ناک سے آئے یا جسم کے کسی اور حصہ سے نکلے۔ گندہ خون ہو یا صاف۔ اگر دوران نماز ایسا ہو تو فوراً نماز سے علیحدہ ہو کر دوبارہ وضو کرنا واجب ہے اور اگر نماز سے خارج میں قے آئی یا خون نکل کر بہہ گیا تو فرض نماز، نفلی نماز، نماز جنازہ، سجدہ تلاوت وغیرہ ادا کرنے اور قرآن پاک کو چھونے کے لئے وضو کرنا واجب ہے اور بغیر وضو ان میں سے کوئی کام بھی کرنا جائز نہیں اور ایسا کرنے والا حرام اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

﴿ اذان اور اقامت کا بیان ﴾

مسئلہ :-اذان کو **ترجیع** ...... (شہادتین کو پہلے دو مرتبہ آہستہ کہنا اور پھر بلند آواز سے ان کا اعادہ کرنا) ...... **کے بغیر اور اقامت واذان کے کلمات** دو دو مرتبہ کہنا سنت ہے۔

اذان اور اقامت کہنے کا بڑا ثواب ہے حدیث پاک میں آیا ہے کہ اذان دینے والے کی گردن قیامت کے دن سب سے بلند ہو گی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص بلا اجرت ایک سال تک اذان کہے وہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر کھڑا ہو گا اور اس کو کہا جائے گا کہ تو جس کے لئے چاہے شفاعت کر۔

ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اذان اور اقامت کہنے کا طریقہ کیا ہے اور ان دونوں میں کتنے کتنے کلمات پڑھے جائیں ؟

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

" أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ زَيْدِ الأَنْصَارِى جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَيْتُ فِى الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلاً قَامَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ فَقَامَ عَلَى حَائِطٍ فَأَذَّنَ مَثْنٰى مَثْنٰى وَ أَقَامَ مَثْنٰى مَثْنٰى "

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے خواب میں دیکھا جیسے کوئی شخص کھڑا ہے اور اس پر دو سبز چادریں ہیں وہ ایک دیوار پر کھڑا ہوا پھر دو دو بار اذان کہی اور دو دو بار اقامت کہی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الاذان جلد ۱ ص ۲۰۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے اگر ایسا

marfat.com

ہوتا تو حدیث میں اس کا ذکر کیا جاتا : کیونکہ جب حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے خواب والے شخص کے کپڑوں کا ذکر تک کر ڈالا تو پھر اگر طریقہ اذان میں کوئی اور خاص بات ہوتی تو اس کا ذکر بھی ضرور کرتے۔

شرح معانی الآثار میں ہے :

”عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِی لَیْلٰی أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ زَیْدٍ رَأی رَجُلاً نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ عَلَیْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ أَوْ بُرْدَانِ فَقَامَ عَلٰی جَذْمِ حَائِطٍ فَنَادٰی ﴿اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر﴾ فَذَکَرَ الأَذَانَ عَلٰی مَا فِیْ حَدِیْثِ أَبِی مَحْذُوْرَةَ غَیْرَ أَنَّهٗ لَمْ یَذْکُرِ التَّرْجِیْعَ“

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو آسمان سے اترتے دیکھا اس پر دو سبز کپڑے یا دو سبز چادریں تھیں وہ دیوار پر کھڑا ہوا پھر اس نے پکارا اللّٰه اکبر، اللّٰه اکبر، اللّٰه اکبر، اللّٰه اکبر' حضرت عبداللہ بن زید نے اذان کا اسی طرح ذکر کیا جس طرح حضرت ابو محذورہ نے کیا تھا البتہ ترجیع کا ذکر نہیں کیا۔

اس حدیث میں ” لَمْ یَذْکُرِ التَّرْجِیْعَ“ کے الفاظ آئے ہیں جو اس بات کا واضح ترین ثبوت ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے لہذا اذان کے تمام کلمات کو ایک ہی انداز میں کہنا درست ہے۔

زجاجۃ المصابیح میں طبرانی کے حوالے سے ہے :

” عَنْ أَبِی مَحْذُوْرَةَ یَقُوْلُ أَلْقٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الأَذَانَ حَرْفًا حَرْفًا وَلَمْ یَذْکُرْ تَرْجِیْعًا “

حضرت محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک ایک حرف کر کے مجھے اذان سکھائی اور اس میں ترجیع کا ذکر نہیں کیا۔

(زجاجۃ المصابیح باب الاذان جلد۱ ص ۱۸۹)

اس حدیث میں بھی صراحتاً یہ بات موجود ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں

marfat.com

ہے لہذا اذان کو ترجیع کے بغیر کہنا چاہئے کیونکہ ترجیع کے ساتھ اذان کہنا درست نہیں ہے۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اگرچہ ترجیع کا ذکر آیا ہے۔ لیکن اس کا مفہوم ہرگز وہ نہیں جو بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے امام محمد فرماتے ہیں کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے جب حضور علیہ السلام کے سامنے اذان کے کلمات پڑھے تو انہوں نے اپنی آواز اس طرح بلند نہیں کی جس طرح حضور علیہ السلام چاہتے تھے اس لئے آپ نے حضرت ابو محذورہ کو فرمایا کہ دوبارہ کہو اور آواز بلند کرو۔ اگر غور و فکر کیا جائے تو یہ بات بالکل درست معلوم ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں کتب احادیث میں ایسی بے شمار روایات موجود ہیں جن میں اذان اور اقامت دونوں کا ذکر آیا ہے لیکن ان میں کہیں بھی ترجیع کا اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا گیا۔

نصب الرایہ میں علامہ ابن جوزی کے حوالے سے روایت ہے:

"وَالصَّحِيحُ أَنَّ بِلاَلاً كَانَ لاَ يُرَجِّعُ"

اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔ (نصب الرایہ باب الاذان جلد ۱ ص ۲٦٤)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کو مؤذن رسول کے خوبصورت لقب سے یاد کیا جاتا ہے؛ کیونکہ وہ حضور علیہ السلام کے زمانہء اقدس میں اذان کہا کرتے تھے اس لئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل اذان کے سلسلے میں سب سے زیادہ قابل غور اور اہم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تقریباً تمام اسلامی ممالک میں ویسی ہی اذان دی جاتی ہے جس طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے زمانہء اقدس میں دیا کرتے تھے یعنی بغیر ترجیع کے۔ اور اگر کوئی شخص اس مشہور طریقہ کے خلاف اذان دیتا ہے تو اس کا یہ عمل مؤذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے طریقہ کے بالکل خلاف ہے اور اس کے

marfat.com

ساتھ ساتھ سنت کے بھی خلاف ہے۔

اذان اور اقامت کے کلمات جفت جفت ہیں

جامع ترمذی میں ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كَانَ أَذَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَفْعًا شَفْعًا فِي الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ"

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اذان واقامۃ کے کلمات جفت جفت یعنی دو دو بار کہے جاتے تھے

(جامع ترمذی باب ما جاء ان الا قامة مثنی مثنی جلد ۱ ص ۲۷)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدِ الْأَنْصَارِي يُؤَذِّنُ النَّبِيَّ ﷺ يَشْفَعُ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ"

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں اذان دیتے تھے اور اقامت واذان کے کلمات جفت جفت (دو دو بار) کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۱ ص ۱۳۸)

یہ دونوں حدیثیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ اذان اور اقامت میں تمام کلمات جفت جفت کہنے چاہئیں یعنی ہر کلمہ دو دو مرتبہ کہا جائے۔ البتہ شروع میں اللہ اکبر چار چار مرتبہ کہنا چاہیئے جس کا ذکر بھی بہت سی روایات میں موجود ہے

مذکورہ بالا روایات میں " شفع " کا لفظ آیا ہے جس کا معنی جفت ہے لیکن بہت سی احادیث ایسی بھی ہیں جن میں مثنی مثنی اور یثنی کے لفظ آئے ہیں جن کا معنی دو دو ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

"عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدٍ أَنَّ بِلَالًا كَانَ يَثْنِي الْأَذَانَ وَيَثْنِي

marfat.com

الإقَامَۃُ“

حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ اذان اور اقامت دو دو بار کہتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق باب بدء الاذان جلد ۱ ص ۴۶۲)

شرح معانی الآثار میں ہے:

”عنْ إبْرَاهِیم قَالَ کَانَ ثَوْبَانُ یُؤذِّنُ مَثْنٰی و یُقِیمُ مَثْنٰی“

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثوبانؓ رضی اللہ عنہ اذان کے کلمات بھی دو دو مرتبہ کہتے تھے اور اقامت کے کلمات بھی دو دو مرتبہ کہتے تھے۔

(شرح معانی الآثار باب الاذان جلد ۱ ص ۹۵)

زجاجۃ المصابیح میں ابو الشیخ کے حوالے سے ہے:

”قَالَ (أبُو مَحْذُوْرَۃَ) کُنْتُ أثْنِی الإقَامَۃَ کَمِثْلِ الأذَانِ“

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اقامت کے کلمات اذان کی طرح دو دو مرتبہ کہتا تھا۔

(زجاجۃ المصابیح باب الاذان جلد ۱ ص ۱۸۹)

یہ تمام روایات اس بات کا واضح ترین ثبوت ہیں کہ اذان کی طرح اقامت میں بھی تمام کلمات کو دو دو مرتبہ کہنا چاہئے اگر کوئی شخص اذان اور اقامت میں فرق کرتا ہے اور اقامت میں اذان کی مثل کلمات کو دو دو مرتبہ نہیں کہتا تو وہ صریحاً ان تمام احادیث میں بتائے گئے طریقہ اذان و اقامت کے خلاف کرتا ہے۔

تنبیہ :- اذان اور اقامت کے شروع میں اللہ اکبر چار چار مرتبہ کہا جاتا ہے بہت سی احادیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

رفع یدین کا بیان

مسئلہ :- نماز کو شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا سنت ہے۔ رکوع کی طرف جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہاتھوں کا اٹھانا خلافِ سنت اور منع ہے۔

نماز ادا کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اس لئے نماز ادا کرنے کے آداب سے ہر مسلمان کا واقف ہونا ضروری ہے۔ نماز کے مسائل میں سے ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ نماز کے دوران کس مقام پر ہاتھ اٹھانا سنت ہے اور کس مقام پر ہاتھ اٹھانا خلاف سنت نہیں ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے :

"عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَالِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِيْنَ أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ"

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تم دوران نماز اپنے ہاتھوں کو سرکش گھوڑوں کی طرح اٹھاتے رہتے ہو نماز سکون کے ساتھ ادا کیا کرو۔

(صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ جلد ۱ ص ۱۸۱)

اس حدیث کو ابو داؤد الطیالسی ؒ نے بھی بعض الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خشوع و خضوع اور سکون نماز کا بہت اہم حصہ ہے۔ جس کا نماز جیسی عظیم عبادت میں خیال رکھنا

marfat.com

ضروری ہے۔ اسی بات کا حکم حدیث میں دیا گیا ہے۔ اور بار بار نماز میں ہاتھ اٹھانا اور گرانا اس امر کے قطعاً خلاف ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

"عَنِ ابْنِ عَبَّاس لاَتَرْفَعُ الأَيْدِىْ إلاَّ فِىْ سَبْعِ مَوَاطِنَ إذَا قَامَ إلَى الصَّلٰوةِ وَإذَا رَأى الْبَيْتَ وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَفِىْ عَرَفَاتٍ وَفِىْ جُمْعٍ وَعِنْدَ الْجِمَارِ"۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جائیں۔

نمبر ۱ : تکبیر تحریمہ کے وقت **نمبر ۲** : بیت اللہ کی زیارت کے وقت

نمبر ۳ : کوہ صفا پر **نمبر ٤** : کوہ مروہ پر **نمبر ٥** : عرفات میں

نمبر ٦ : مزدلفہ میں **نمبر ۷** : جمرات کے پاس

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۱ ص ۲۳۷)

ایک روایت میں حجر اسود کا ذکر بھی آیا ہے نیز امام بخاری نے بھی اس روایت کو اپنی مشہور کتاب۔ الادب المفرد میں ذکر کیا ہے۔

اس روایت سے واضح ہوا کہ نماز کے دوران صرف ایک ہی مقام پر یعنی نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرنا چاہئے اس کے علاوہ کسی اور مقام پر رفع یدین نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے بھی ثابت ہو رہا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ إذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ لاَيَرْفَعُهُمَا حَتّٰى يَفْرُغَ"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

marfat.com

جب نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر نماز سے فارغ ہونے تک دونوں ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۱ ص ۲۳۶)

سنن دار قطنی میں ہے :

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ وَ مَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعُوْا أَيْدِيَهُمْ إِلاَّ عِنْدَ التَّكْبِيْرَةِ الاُوْلٰى"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی ان سب نے نماز میں تکبیر اولیٰ کے علاوہ کسی اور مقام پر ہاتھ نہیں اٹھائے۔

(سنن دارقطنی باب ذکر التکبیر و رفع الیدین عند الافتتاح جلد ۱ ص ۲۹۵)

ایک اور حدیث میں ہے :

"عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى سَاوٰى بِهِمَا أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا پھر دوبارہ ایسا نہیں کیا۔

(سنن دارقطنی باب ذکر التکبیر ورفع الیدین عند الافتتاح جلد ۱ ص ۲۹٤)

جامع ترمذی میں ہے :

"عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ لَنَا اِبْنُ مَسْعُوْدٍ أَلاَ أُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلاَّ مَرَّةً وَاحِدَةً مَعَ تَكْبِيْرِ الاِفْتِتَاحِ" هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھ کر دکھاؤں ؟ پھر آپ نے نماز پڑھی آپ نے نماز میں ایک مرتبہ تکبیر تحریمہ کے

marfat.com

موقع پر اپنے ہاتھ اٹھائے اس کے علاوہ کہیں اور ہاتھ نہیں اٹھائے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں کہ) یہ حدیث حسن ہے۔

(جامع ترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع جلد ۱ ص ۵۹)

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام جب نماز ادا کرتے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے اس کے علاوہ رکوع اور سجدہ کے وقت اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

شرح معانی الآثار میں ہے:

عَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ قُلْتُ لِإِبْرَاهِيمَ حَدِيثَ وَائِلٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ إِنْ كَانَ وَائِلٌ رَآهُ مَرَّةً "يَفْعَلُ ذٰلِكَ" فَقَدْ رَآهُ عَبْدُاللّٰهِ خَمْسِينَ مَرَّةً "لَايَفْعَلُ ذٰلِكَ"

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم سے حدیث وائل کا ذکر کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز شروع کرتے وقت رکوع کی طرف جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت ابراہیم فرمانے لگے کہ اگر وائل نے رسول اللہ ﷺ کو ایک مرتبہ ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو پچاس مرتبہ ایسا نہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(شرح معانی الآثار باب التکبیرات جلد ۱ ص ۱۵۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام پہلے کچھ عرصہ رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر آپ نے یہ عمل چھوڑ دیا جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی معلوم ہو رہا ہے۔

زجاجة المصابیح میں علامہ عینی کے حوالے سے روایت ہے:

marfat.com

"أنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَأى رَجُلاً يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ رَفْعِ رَأسِهِ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ لَهُ لاتَفْعَلُ فَإنَّ هٰذَا شَيْءٌ فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ تَرَكَهُ"

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو دیکھا کہ اس نے دوران نماز رکوع کی طرف جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھایا تو آپ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ " تم ایسانہ کیا کرو کیونکہ یہ وہ عمل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے پہلے کیا پھر اس کو ترک کر دیا"

(زجاجة المصابيح باب صفة الصلوة جلد ۱ ص ۲۳۰)

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ آغازِ اسلام میں رکوع کے وقت رفع یدین مشروع تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر کے بارے میں بھی آتا ہے کہ وہ پہلے رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کو ترک کر دیا۔

صحیح بخاری میں ہے :

" عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَا نَفَرٌ مِنْ أصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أبُوْ حُمَيْدُ السَّاعِدِيُّ أنَا كُنْتُ أحْفَظُكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَأيْتُهُ إذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكَبَيْهِ وَإذَا رَكَعَ أمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ فَإذَا رَفَعَ رَأسَهُ اِسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ وَإذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلاَ قَابِضَهُمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأطْرَافِ أصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى فَإذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ قَدَمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الأخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مِقْعَدَتِهِ"

حضرت محمد بن عمرو بن عطا رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا ذکر کیا، تو ابو حمید ساعدی کہنے لگے میں تم سب سے زیادہ

marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔ جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھوں سے گھٹنے پکڑتے، پھر کمر کو مائل کرتے جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے حتی کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آتی جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو زمین پر بچھائے بغیر رکھتے اور ان کو پہلووں سے نہ ملاتے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رو متوجہ کرتے اور جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بایاں پاؤں باہر کی طرف نکالتے اور دوسرے پاؤں کو کھڑا کر لیتے۔

(صحیح بخاری باب سنة الجلوس فی التشهد جلد ۱ ص ۱۱٤)

امام بخاری کی روایت کردہ اس حدیث میں حضور ﷺ کے نماز کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں کہیں بھی رفع یدین کا تذکرہ موجود نہیں۔

رفع یدین کے بارے میں صحابہ کرام کا عمل

صحابہ کرام وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کی پیروی عین ہدایت ہے اور ان کا ہر عمل مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ کتب احادیث میں صحابہ کرام کے بارے میں بیشمار ایسی روایات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع اور سجدہ کے وقت رفع یدین کرنا درست نہیں۔

مصنفِ ابنِ ابی شیبہ میں ہے:

”عَنْ إبْرَاهِيْمَ عَنِ الاَسْوَدِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ فِیْ شَیْءٍ مِنْ صَلٰوتِهِ إلاَّحِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ“

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت اسود سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی انہوں

marfat.com

نے اپنی نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اس کے علاوہ کہیں اور ہاتھ نہیں اٹھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوت جلد ۱ ص ۲۳۷)

شرح معانی الآثار میں ہے :

"عَنْ مَجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ إِلاَّ فِي التَّكْبِيرَةِ الأُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ "

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز ادا کی انہوں نے نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کہیں اور ہاتھ نہیں اٹھائے۔

(شرح معانی الآثار باب التکبیرات جلد ۱ ص ۱۵۵)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

"أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر دوبارہ یہ عمل نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰت جلد۱ ص۲۳۶)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نماز میں ایک ہی مقام ایسا ہے جہاں نمازی اپنے ہاتھوں کو اٹھائے یعنی نماز کے شروع میں جب تکبیر تحریمہ کہے ۔

ایک اور حدیث میں ہے :

"عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي التَّكْبِيرَةِ الأُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ فِي شَيْءٍ مِنْهَا"

حضرت علی رضی اللہ عنہ تکبیر اولی کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر کسی اور مقام پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

(السنن الکبری باب من لم یذکر الرفع الاعندالافتتاح جلد۲ ص ۸۰)

marfat.com

سنن کبریٰ میں ہے :

”عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضی الله عنهما فَلَمْ يَرْفَعُوْا أَيْدِيَهُمْ إِلاَّ عِنْدَ التَّكْبِيْرَةِ الأُوْلٰى فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز ادا کی ان سب نے نماز کے شروع میں تکبیر اولی کے علاوہ کہیں اور ہاتھ نہیں اٹھائے ۔

(السنن الکبریٰ باب من لم یذکر الرفع الا عند الافتتاح جلد ۲ ص ۸۰)

امام بخاریؒ کے استاذ ابو بکر ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں :

”عَنْ أَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ أَصْحَابُ عَبْدِاللّٰهِ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ لَايَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ إِلاَّ فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ“

حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے رفقاء دورانِ نماز رفع یدین نہیں کرتے تھے مگروہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰت جلد ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت علی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم اور ان کے رفقاء کے عمل سے اس بات کو تقویت حاصل ہو رہی ہے کہ نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانا صحیح اور درست عمل ہے۔ اس کے علاوہ دورانِ نماز کسی اور مقام پر ہاتھ اٹھانا درست نہیں اور ایسا کرنا یقیناً صحابہ کرام کے عمل کے بالکل خلاف ہے۔

جامع ترمذی میں ہے :

” عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ لَنَا عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ أَلا أُصَلِّيْ

marfat.com

بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ"

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہم سے فرمانے لگے: کیا میں تم کو حضور علیہ السلام کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پھر آپ نے نماز پڑھی اور نماز میں صرف ایک مرتبہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے۔ پھر کسی دوسرے مقام پر ہاتھ نہیں اٹھائے۔

(جامع ترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع جلد ۱ ص ۵۹)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جن کو حضور علیہ السلام سے بہت زیادہ فیضیاب ہونے کا موقع ملا ان کو قرآن و حدیث کے سمجھنے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ خود صحابہ کرام اور تابعین عظام ان کے قول و فعل کو دلیل کے طور پر پیش کرتے تھے اور ان کی بات کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی اکثر اوقات لوگوں کی تعلیم کے لئے انہیں کچھ نہ کچھ بتاتے رہتے تھے۔

مذکورہ بالا حدیث بھی اسی نوعیت کی ہے۔ کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے لوگوں کو باقاعدہ اس طرح نماز پڑھ کر دکھایا جس طرح حضور ﷺ نماز پڑھتے تھے۔ **قابل غور** بات یہ ہے کہ آپ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھ اٹھائے اس کے علاوہ نماز میں کہیں بھی اپنے ہاتھ نہیں اٹھائے

☆☆☆☆☆

marfat.com

نماز میں بوقت قیام ہاتھ باندھنے کا بیان

مسئلہ :- نماز میں مرد نمازی کا دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا اور ان کو ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے۔

نماز کے آداب میں سے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ نمازی مرد قیام کے وقت اپنے ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے کیونکہ نماز اول تا آخر خشوع و خضوع اور ادب و احترام کا خوبصورت نمونہ ہے رکوع میں سر جھکانا، سجدہ میں پیشانی کو زمین پر رکھنا اور تشہد میں دوزانو ہو کر بیٹھنا ادب ہی کا حصہ ہے۔ اس لئے قیام کی حالت میں بھی ایسا انداز اپنانا چاہیئے جو بندگی اور ادب کے زیادہ قریب ہو ۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

”عَنْ عَلِیٍّ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوۃِ أَنْ تُوْضَعَ الأَیْدِی عَلَی الأَیْدِی تَحْتَ السُّرَرِ“

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہاتھوں کو ہاتھوں پر رکھنا اور ان کو ناف کے نیچے باندھنا نماز کی سنتوں میں سے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۱ ص ۳۹۱)

ایک اور حدیث میں ہے :

” عَنْ عَلِیٍّ قَالَ السُّنَّةُ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّةِ“

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے۔

(زجاجۃ المصابیح باب صفۃ الصلوۃ جلد ۱ ص ۲۳۳)

marfat.com

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے ناف کے نیچے باندھنا آداب نماز میں سے ہے۔ اور حضور علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اپنی مصنَّف روایت کرتے ہیں:

"عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ"

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۱ ص ۳۹۱)

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نماز میں بوقت قیام نمازی اپنے ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے کیوں کہ حضور علیہ السلام اسی انداز میں ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرتے تھے۔

سنن دارقطنی میں ہے:

"عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه أَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ إِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔ (سنن دارقطنی باب فی اخذ الشمال بالیمین فی الصلوۃ ۱/ ۲۸۶)

زجاجة المصابيح میں ہے:

"عَنْ إِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِي أَنَّهٗ كَانَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ"

marfat.com

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔ (زجاجة المصابيح باب صفة الصلوة جلد ۱ ص ۲۳۳)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

" عَنْ حُجَّاجِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا مِجْلَزٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يَضَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ "

حضرت حجاج بن حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو مجلز سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کیسے باندھے جائیں انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر ان کو ناف کے نیچے باندھنا چاہئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۱ ص ۳۹۱)

مذکورہ بالا احادیث میں بڑے صاف انداز میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ نماز میں بحالت قیام ہاتھ باندھنے کا طریقہ کیا ہے اور کس جگہ پر ہاتھ باندھنا سنت ہے اس کے باوجود جو شخص اس طریقہ کے خلاف کرتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ اور اسلاف کے طریقہ کے خلاف عمل کرتا ہے۔

شرح مسلم میں الجواهر النقی کے حوالے سے ہے :

ابن حزم کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھے جائیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں اخلاق نبوت میں سے ہیں۔

نمبر ۱ :- جلدی افطار کرنا۔ نمبر ۲ :- دیر سے سحری کھانا۔

نمبر ۳ :- نماز میں ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دائیاں ہاتھ رکھنا۔

(شرح صحیح مسلم از غلام رسول سعیدی کتاب الصلوة جلد ۱ ص ۱۱۲۲)

marfat.com

امام ترمذی نقل کرتے ہیں :

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ناف سے اوپر ہاتھ باندھے جائیں اور بعض کا خیال یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سینے پر ہاتھ باندھے جائیں بلکہ صرف اتنا ہے کہ ناف سے اوپر ہاتھ باندھے جائیں اس کے برعکس نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق بے شمار احادیث موجود ہیں۔

علاوہ ازیں احناف نے دونوں روایتوں پر عمل کیا ہے مردوں کے لئے زیر ناف ہاتھ باندھنے والی روایت پر اور عورتوں کے لئے سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت پر ۔اور اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو احناف کا عمل بڑی خوبیوں کا حامل ہے کیونکہ نماز میں اصل چیز خشوع و خضوع اور ادب و احترام ہے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ انداز بندگی اختیار کرتے ہوئے آقا کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ وہ بندگی کی مجسم تصویر بن جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب بندہ زیر ناف ہاتھ باندھ کر اپنے عجز و انکسار کا مظاہرہ کرے۔

اور عورتوں کے معاملہ میں ادب و احترام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے ستر کو چھپائیں اور کسی صورت میں اس کو ظاہر نہ کریں اور ان کا سینے پر ہاتھ باندھ کر قیام کرنا ستر کو محفوظ کرنے کا باعث بنتا ہے اس لئے ان کا بحالت قیام سینے پر ہاتھ باندھنا ادب و احترام ہی کے زمرے میں آتا ہے اسی بات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عورتوں کو سجدہ کرنے اور تشہد میں بیٹھنے کے لئے بھی مردوں کی نسبت کچھ رعایت دی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پڑھنے کا بیان

مسئلہ :- نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھنا اور قراۃ جہریہ کا آغاز سورۃ فاتحہ سے کرنا سنت ہے۔

مغرب عشاء اور فجر کی نماز میں امام اونچی آواز سے قراۃ کرتا ہے اور قراۃ کا آغاز چونکہ الحمد شریف سے ہوتا ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اس لئے قراۃ سے پہلے ثناء تعوّذ اور تسمیہ (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) امام اور مقتدی دونوں آہستہ پڑھیں پھر امام قراۃ جہریہ کا آغاز کرے

صحیح مسلم میں ہے :

عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَخَلْفَ اَبِیْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہم فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتدا میں نماز پڑھی ان میں سے کسی کو بھی میں نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

(صحیح مسلم باب حجۃ من قال لا یجهر بالبسملۃ جلد ۱ ص ۱۷۲)

سنن نسائی میں ہے :

عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ

marfat.com

وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِنْهُمْ يَجْهَرُ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ان میں سے کسی کو بھی میں نے اونچی آواز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

(سنن نسائی کتاب الافتتاح جلد ۱ ص ۱۴۴)

ان احادیث مبارکہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم قراۃِ جہریہ (اونچی آواز) سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اونچی آواز میں نہیں پڑھتے تھے، بلکہ آہستہ پڑھتے تھے۔ اور یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے۔ اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِیْ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرَ۔ میرے بعد تم ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"أَنَّ عَلِيًّا لَا يَجْهَرُ بِـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"

حضرت علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز میں نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۱ ص ۴۱۱)

ایک اور روایت میں ہے:

"عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ سَبْعِيْنَ صَلٰوةً فَلَمْ يَجْهَرْ فِيْهَا بِـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"

حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ستر نمازیں پڑھیں انہوں نے کبھی بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز میں نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۱ ص ۴۱۱)

marfat.com

صحیح بہاری میں ہے:

"عَنْ اَنَسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَاَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ کَانُوْا یُسِرُّوْنَ بِـ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتے تھے۔ (صحیح بہاری ابواب السنن ص ۳۸۹)

زجاجۃ المصابیح میں طبرانی کے حوالے سے حدیث نقل کی گئی ہے:

"عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُسِرُّ بِـ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاَبَابَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَعَلِیًّا رضی اللہ عنہم.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم (نماز میں) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتے تھے۔

(زجاجۃ المصابیح باب القرأۃ فی الصلوٰۃ جلد ۱ ص ۲۵۵)

یہ تمام روایات اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ نماز کی حالت میں ﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾ آہستہ پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی بھی سنتؐ ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی بھی سنت ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم صحابہ کرام اور تابعین عظام نہ صرف بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتے تھے بلکہ خود ان سب کا کہنا بھی یہی تھا کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھنی چاہئے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ أَنَّہٗ کَانَ یُخْفِیْ بِسْمِ اللّٰہِ

marfat.com

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالْاِسْتِعَاذَۃَ وَرَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ"

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ استعاذہ اور ربنا لك الحمد آہستہ پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۱ ص ۴۱۰)

زجاجة المصابیح میں ہے :

"عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانَ عُمَرُ وَعَلِیٌّ لَا یَجْهَرَانِ بِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّامِیْنِ"

حضرت ابی وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ تَعَوُّذ اور آمین اونچی آواز میں نہیں پڑھتے تھے۔

(زجاجة المصابیح باب القراۃ فی الصلوۃ جلد ۱ ص ۲۵۵)

مصنف عبدالرزاق میں ہے :

عَنْ إِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَرْبَعٌ یُخَافَتُ بِهِنَّ الْاِمَامُ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذُ مِنَ الشَّیْطٰنِ وَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ آمِیْنَ۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں چار مقامات ایسے ہیں جہاں امام کو آواز آہستہ رکھنی چاہیے۔ سبحانك اللّٰهم وبحمدك ۔ تعوذ ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آمین ۔

(مصنف عبدالرزاق باب ما یخفی الامام جلد ۲ ص ۸۷)

ایک اور روایت میں ہے کہ پانچ جگہ آواز کو آہستہ رکھنا چاہیے یعنی ثناء تعوذ ۔ تسمیہ ۔ آمین اور ربنا لك الحمد ۔

marfat.com

علاوہ ازیں بہت سے آئمہ حدیث اور فقہاء کرام کا عمل بھی یہی تھا ایک روایت کے مطابق حضرت سفیان ثوری ، حضرت عبداللہ ابن مبارک حضرت امام احمد اور حضرت امام اسحاق رضی اللہ عنہم نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھتے تھے۔ایک اور روایت کے مطابق امام کا اونچی آواز میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھنا بدعت ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے نہ صرف یہ واضح ہوتا ہے کہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ آہستہ پڑھنی چاہیئے بلکہ دیگر ان مقامات کا ذکر بھی موجود ہے جہاں آواز اونچی نہیں کرنی چاہیئے اس لئے ان احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ نماز میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ آہستہ پڑھنا ہی درست اور سنت کے مطابق ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

آمین آہستہ کہنے کا بیان

مسئلہ :- نماز میں سورہٗ فاتحہ کے بعد آمین آہستہ کہنا سنت ہے۔

نماز کے آداب میں سے ایک اہم بات یہ ہے کہ جب امام سورہٗ فاتحہ مکمل کرے تو امام اور اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والے تمام مسلمان "آمین" کہیں۔ لیکن "آمین" آہستہ اور دھیمی آواز میں کہنی چاہئے۔

سنن دار قطنی میں ہے :

"عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْن وَأَخْفٰى بِهَا صَوْتَه"

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جب حضور علیہ السلام غیر المغضوب علیہم ولاالضالین پر پہنچے تو آمین کہی اور اپنی آواز کو پست (آہستہ) رکھا ۔

(سنن دراقطنی باب التامین فی الصلوۃ جلد ۱ ص ۱۲۷)

جامع ترمذی میں ہے :

"عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ وَائِلٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّالِّيْنَ فَقَالَ آمِيْن وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَه"

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ حضرت وائل سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّالِّيْنَ پڑھا تو "آمِیْن" کہا اور آواز کو آہستہ رکھا ۔

(جامع ترمذی ابواب الصلوۃ جلد۱ ص۵۸)

marfat.com

ان دونوں حدیثوں میں حضور علیہ السلام کے سورۃ فاتحہ کے بعد "آمین" کہنے کا ذکر موجود ہے ایک روایت میں "وَاَخْفٰی صَوْتَه" اور دوسری روایت میں "خَفَضَ بِہَا صَوْتَه" کے الفاظ ہیں اور دونوں کا ایک ہی جیسا مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "آمین آہستہ آواز میں کہی"۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے :

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَالَ أَرْبَعُ يُخَافِتُ بِهِنَّ الإِمَامُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَآمِيْنَ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز میں چار مقامات پر امام آواز آہستہ رکھے ثناء، تعوذ، تسمیہ اور آمین۔

(مصنف عبدالرزاق باب آمین جلد ۲ ص ۸۷)

زجاجة المصابیح میں ہے :

" عَنْ أَبِیْ وَائِلٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ عُمَرُ وَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہما يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلاَ آمِيْنَ "

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین اونچی آواز میں نہیں کہتے تھے ۔

(زجاجة المصابیح باب القراۃ فی الصلوۃ جلد ۱ ص ۲۵۹)

ان دونوں حدیثوں میں بھی اس بات کا واضح ثبوت موجود ہے۔ کہ نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد آمین آہستہ کہی جائے۔ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا۔

صحیح بخاری میں ہے :

" عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَمَّنَ الإِمَامُ فَأَمِّنُوْا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَهُ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنُ الْمَلاَئِكَةِ غَفَرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ "

marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو! جس کی آمین فرشتوں کی آمین کی طرح ہوگی اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(صحیح بخاری باب جهر المامون بالتامین جلد ۱ ص ۹۷)

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

"عَنِ الْمَنْصُوْرِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ كَانَ يُسِرُّ آمِيْن"

حضرت منصور رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم سے روایت فرماتے ہیں کہ وہ آمین آہستہ کہتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق باب آمین جلد ۲ ص ۹۶)

موطاامام مالک میں ہے:

"عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَالَ الإِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ ، فَقُوْلُوْا آمِيْنَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام غير المغضوب عليهم ولا الضالين کہے تو تم آمین کہو! جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگی اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(موطا الامام مالک باب ما جاء فی التامین خلف الامام جلد ۱ ص ۷۰)

اس حدیث مبارکہ میں بھی موافقت آمینِ ملائکہ کا تذکرہ ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ فرشتوں کی آمین آہستہ ہے یا کہ بلند آواز سے؟ ظاہر ہے کہ فرشتوں کی آمین آہستہ ہے لہذا موافقتِ تامہ اسی صورت میں ہوگی جب آمین آہستہ کہی جائے۔

marfat.com

کتب احادیث میں اس طرح کی بے شمار روایات موجود ہیں جن میں حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آہستہ آمین کہنے کا ذکر ملتا ہے۔ جب یہ بات واضح ہو گئی تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آمین آہستہ کہنا حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ گناہوں کی معافی کا سبب اور باعث نجات ہے ۔

لہذا ثابت ہوا کہ آہستہ آمین کہنا بلند آواز میں آمین کہنے سے اولیٰ ہے۔ اور احناف کرام علیہم الرضوان کا یہی مذہبِ مہذّب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾

اور تم اپنی بات کو آہستہ کہو یا بلند آواز سے بیشک وہ سینے کے رازوں کو بڑا جاننے والا ہے ۔

(القرآن سورۃ الملک آیت ۱۳)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی پکار کو سنتا ہے اور اس کی بارگاہ میں آہستہ آواز میں اور بلند آواز میں دونوں طرح ندا کرنا درست ہے۔ لیکن "وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ" کے الفاظ مقدم ہیں، جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اس کی بارگاہ میں آہستہ ندا کرنا اولیٰ اور زیادہ پسندیدہ ہے۔

سورہ مریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کی ایک دعا کا ذکر آیا ہے۔ کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہستہ آواز میں ندا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہوئے انہیں ایک صالح بیٹے کی خوشخبری سنائی۔

marfat.com

معلوم ہوا کہ آہستہ آواز میں نداء کرنا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنتِ مبارکہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی بارگاہ میں بہت جلد قبولیت کا باعث بھی ہے

☆☆☆☆☆

marfat.com

قرأۃ خلف الاِمام کا بیان

مسئلہ :- امام کی اقتدا میں نمازی کا قرأۃ کرنا ناجائز اور سخت منع ہے۔

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا بڑا ثواب ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان کو باجماعت نماز ادا کرنے کا ستائیس گنا ثواب ملتا ہے۔

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے ، جن باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے ان میں سے ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ "مقتدی" امام کے پیچھے خود قرأۃ نہ کرے ،بلکہ امام کی قرأۃ کو سنے اور خاموش رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے :

﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

اور جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو تم اس کو سنو اور خاموش رہو ! تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۔ (القرآن سورۃ الاعراف آیت ۲۰۴)

زجاجۃ المصابیح میں ہے :

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّهٗ سُئِلَ أَ كُلُّ مَنْ سَمِعَ الْقُرْآنَ وَجَبَ عَلَيْهِ الْاِسْتِمَاعُ وَالْاِنْصَاتُ قَالَ إِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ بِهٖ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا ، فِيْ قِرَاَةِ الْاِمَامِ"

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ہر شخص جب بھی قرآن سنے تو اس پر قرآن پاک کو سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے ؟ انہوں نے جواب دیا یہ آیت اس لئے نازل ہوئی کہ امام کی قرأۃ کے دوران تم خاموش رہو۔

(زجاجۃ المصابیح باب القرأۃ فی الصلوۃ جلد ا ص ۲۴۱)

تفسیر خازن میں ہے :

marfat.com

”عَنِ ابنِ مَسعُودٍ اَنَّہٗ صَلّٰی رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ بِاَصحَابِہٖ فَسَمِعَ نَاساً یَقرَءُونَ فَقَالَ: اَمَا آنَ لَکُمْ أنْ تَفْھَمُوہُ ﴿ وَإذَا قُرِئَ الْقُرآنُ فَاسْتَمِعُوا لَہٗ﴾“

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی اور آپ نے اپنی اقتداء میں بعض لوگوں کو قرأۃ کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ ” کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس آیت ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ﴾ کا مطلب اور مفہوم سمجھو؟

(تفسیر الخازن سورۃ الاعراف جلد۲ ص ۱۷۲)

زجاجۃ المصابیح میں عبدبن حمید کے حوالہ سے روایت نقل کی گئی ہے:

”عَنْ اَبِی الْعَالِیَۃِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا صَلّٰی بِاَصْحَابِہٖ فَقَرَاَ فَقَرَأَ اَصْحَابُہٗ فَنَزَلَتْ الخ“

حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی آپ نے قرأۃ کی تو صحابہ کرام نے بھی قرأۃ کی، اس وقت آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

(زجاجۃ المصابیح باب القرأۃ خلف الامام جلد ۱ ص ۲٤۲)

امام زہری سے بھی اسی طرح روایت بیان کی گئی ہے کہ ایک انصاری نوجوان نے حضور علیہ السلام کی اقتدا میں قرأۃ کی تو اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

امام احمد فرماتے ہیں اس بات پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ آیت مبارکہ نماز کے بارے میں ہی نازل ہوئی۔

قرآن مجید کی آیت مبارکہ اور اس کی وضاحت میں نقل کی گئی چند احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ امام کی اقتدا میں قرأۃ کرنے سے خود اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس کے باوجود اگر کوئی شخص امام کے پیچھے قرأۃ کرتا ہے تو

marfat.com

صریحاً اس آیت مبارکہ میں دیئے گئے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

امام کی اقتداء میں قرأۃ کرنا منع ہے

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

"عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْقِرَأَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ"

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے امام کے پیچھے قرأۃ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق باب قرأة خلف الامام جلد ۲ ص ۱۳۹)

سنن دارقطنی میں ہے:

"عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا قِرَأَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ"

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قرأۃ کرنا درست نہیں۔

(سنن دار قطنی باب من كان له امام فقرأة الامام قرأة له جلد ۱ ص ۳۳۰)

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَأَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَأَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ"

بیشک رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأۃ کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق باب قرأة خلف الامام جلد ۲ ص ۱۳۹

سنن ابن ماجہ میں ہے:

"عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا"

marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ امام جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قراۃ کرے تو تم خاموش رہو۔

(سنن ابن ماجه باب واذا قرأ القرآن فانصتوا ص ٦١)

شرح معانی الآثار میں ہے:

”عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ أَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ أَتَقْرَؤُوْنَ وَالْإِمَامُ يَقْرَءُ ؟ فَسَكَتُوْا فَسَأَلَهُمْ ثَلٰثًا فَقَالُوْا إِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ فَلَا تَفْعَلُ“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب امام قراۃ کرتا ہے تو کیا تم بھی قراۃ کرتے ہو ؟ تو سب خاموش رہے۔ حضور علیہ السلام نے تین مرتبہ یہ سوال کیا تو سب نے عرض کیا ، بے شک ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم ایسا نہ کیا کرو۔

(شرح معانی الآثار باب القرأة خلف الامام جلد ۱ ص ۱۵۰)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

” قَالَ الضَّحَّاكُ يُنْهٰى عَنِ الْقِرَأَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ “

حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قراۃ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبه کتاب الصلوات جلد ۱ ص ۳۷۶)

خلاصہ کلام:

ان تمام احادیث میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ امام کے پیچھے قراۃ کرنے سے منع کیا گیا ہے لہذا مقتدی کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود قراۃ نہ کرے بلکہ امام کی قراۃ سنے اور اس دوران بالکل خاموش رہے۔

marfat.com

امام کی قراۃ مقتدی کی قراۃ ہے

مقتدی کو امام کی اقتدا میں قرات کرنے کی اس لیے ضرورت نہیں ہوتی کہ امام کے قراۃ کرنے مقتدی کی قراۃ بھی ہو جاتی ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے:

"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مَنْ كَانَ لَهٗ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهٗ قِرَأَةٌ"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

(سنن ابن ماجہ باب و اذا قرا الامام فانصتوا ص ٦١)

سنن دار قطنی میں ہے:

"عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ لَهٗ إِمَامٌ فَقِرَأَةُ الْإِمَامِ لَهٗ قِرَأَةٌ"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا کوئی امام ہو تو امام کا قراۃ کرنا اس کا قراۃ کرنا ہے۔

(سنن دار قطنی باب من کان لہ امام جلد ١ ص ٣٣٣)

زجاجۃ المصابیح میں ہے:

"عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْإِمَامِ كَفَتْهُ قِرَاءَتُهٗ"

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو امام کی قراۃ کافی ہے۔

(زجاجۃ المصابیح باب القراۃ فی الصلوۃ جلد ا ص ٢٥١)

علمائے احناف فرماتے ہیں ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب امام قراۃ کرتا ہے تو شرعی طور پر مقتدی کی قراۃ بھی ہو جاتی ہے۔ اب اگر امام بھی قراۃ کرے اور مقتدی بھی قراۃ کریں تو ایک نماز میں دو قرأتیں جمع ہو جاتی ہیں اور یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

marfat.com

امام کی اقتداء میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے!

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ رضی اللہ عنہما مَنْ لَمْ يَقْرَأْ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا خَلْفَ الْإِمَامِ"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی، اس کی نماز نہ ہوئی، سوائے اس کے کہ وہ امام کی اقتداء میں ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد۱ ص ۳۶۰)

موطا امام مالک میں ہے:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ كُلُّ صَلٰوةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ"

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر ایسی نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے درست نہیں سوائے اس کے کہ نماز ادا کرنے والا امام کے پیچھے کھڑا ہو۔

(موطا الامام مالك باب ترك القرأة خلف الامام ص ۶۸)

جامع ترمذی میں ہے:

"عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ أَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ يَقُولُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ"

حضرت ابو نعیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے ایک رکعت بھی ادا کی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی، سوائے اس کے کہ وہ امام کے پیچھے کھڑا ہو۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(جامع ترمذی ابواب الصلوۃ جلد ۱ ص ۵۷)

marfat.com

خلاصہ کلام:

مقتدی کا امام کی اقتدا میں قرأة کرنا درست نہیں۔اس کی وضاحت کے لئے تین مختلف انداز کی احادیث بیان کی گئی ہیں۔

نمبر ۱:- وہ احادیث جن میں صراحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم موجود ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأة نہ کرے۔

نمبر ۲:- وہ احادیث جن میں امام کی قرأة کو مقتدی کی قرأة کہا گیا۔

نمبر ۳:- وہ احادیث جن میں اس شخص کو جو اکیلے نماز پڑھ رہا ہو یہ حکم دیا گیا کہ وہ نماز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کرے؛ کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور اگر نمازی امام کے پیچھے کھڑا ہے تو اس صورت میں سورة فاتحہ نہ پڑھے۔

ان تمام احادیث کی روشنی میں یہ مسئلہ بڑی آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کا قرأة کرنا درست نہیں۔اگر کوئی ایسا کرے تو اس کا یہ عمل حضور علیہ السلام کے احکامات کی صریحاً خلاف ورزی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بھی خلاف ورزی ہے جس میں مسلمانوں کو کہا گیا کہ "رسول جو تم کو دیں وہ لے لو! اور جس بات سے روکیں تم اس بات سے رک جاؤ"۔

قرأة خلف الامام کے بارے میں صحابہ کرام کی رائے

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"عَنْ جَابِرٍ قَالَ لاَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ لاَ إِنْ جَهَرَ وَلاَ إِنْ خَافَتَ"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہری نماز ہو یا سری، امام کے پیچھے نمازی قرأة نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۱ ص ۳۷۶)

marfat.com

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام اونچی آواز میں قراۃ کر رہا ہو یا آہستہ آواز میں، مقتدی کسی صورت میں امام کے پیچھے قراۃ نہ کرے ۔

صحیح مسلم میں ہے :

"عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْداً عَنِ الْقِرَأَةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَالَ لَاقِرَأَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِي شَيْءٍ"

حضرت عطا ابن یسار رضی اللہ عنہ نے حضرت زید سے پوچھا کہ امام کے ساتھ قراۃ کرنا کیسا ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا : امام کے ساتھ قراۃ کرنا قطعاً درست نہیں۔

(صحیح مسلم باب سجود التلاوۃ جلد ۱ ص ۲۱۵)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

" عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَا صَلٰوةَ لَهُ "

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قراۃ کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۱ ص ۳۷۶)

اس حدیث میں " لَا صَلٰوةَ " کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب ہے کہ امام کے پیچھے قراۃ کرنے والے کی نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں۔

سنن دار قطني میں ہے :

" قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَدْ اَخْطَأَ الْفِطْرَةَ "

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قراۃ کی اس نے فطرت (سنت) میں خطا کی ۔

(سنن دار قطنی باب من کان له امام فقرأة الامام له قرأة جلد ۱ ص ۳۳۱)

ایک اور حدیث میں ہے :

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى أَنَّ عَلِيّاً كَانَ يَنْهٰى عَنِ الْقِرَأَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ"

marfat.com

حضرت عبداللہ بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأۃ کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق باب قرأة خلف الامام جلد ٢ ص ١٣٨)

موطا امام مالک میں ہے:

"عَنْ نَافِعٍ وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ"

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر امام کے پیچھے قرأۃ نہیں کرتے تھے۔ (موطا الامام مالك باب ترك القرأة خلف الامام ص ٦٨)

زجاجة المصابيح میں ہے۔

"عَنْ رَجُلٍ قَالَ عَهِدَ إِلَيْنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنْ لَا نَقْرَأَ مَعَ الْاِمَامِ"

ایک صاحب کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم سے یہ وعدہ لیا کہ ہم امام کی اقتدا میں قرأۃ نہیں کریں گے۔

(زجاجة المصابيح باب القرأة فى الصلوة جلد ا ص ٢٥١)

حضرت عمر حضرت علی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کو صحابہ کرام میں بھی بڑا مقام و مرتبہ حاصل تھا اور یہ تمام مجتہد صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ یہ تمام صحابہ کرام امام کے پیچھے قرأۃ کو درست نہیں سمجھتے تھے اور اس سے منع بھی کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے ایک آدمی سے امام کے پیچھے قرأۃ نہ کرنے کا پختہ وعدہ لیا "قرأۃ خلف الامام" کے بارے میں یہ بڑی اہم اور قابل غور بات ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَأَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَأَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ"

بے شک رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأۃ کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق باب قرأة خلف الامام جلد ٢ ص ١٣٩)

marfat.com

امام ابن ابی شیبہ نے حدیث روایت کی ہے :

"عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَاصٍ قَالَ وَدَدْتُ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ فِیْهِ حَجَرٌ"

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا جی کرتا ہے جو امام کے پیچھے قرأة کرے اس کے منہ میں پتھر ٹھونس دوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰت جلد ا ص ۳۷۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرأة خلف الامام جائز نہیں ورنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے جید صحابی ایسے شخص کے بارے میں اتنا سخت رویہ نہ اپناتے۔ ایک روایت میں تو پتھر کے بجائے چنگاری کا ذکر آیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اس نوعیت کی روایات کتب احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

زجاجة المصابیح میں کشف الاسرار کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے :

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ عَشَرَةٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ اَشَدَّ النَّهْیِ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقِ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہم"

حضرت عبداللہ بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے دس صحابہ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر بن خطاب حضرت عثمان بن عفان حضرت علی ابن ابی طالب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف۔ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبداللہ ابن مسعود حضرت عبداللہ ابن عمر حضرت عبد اللہ ابن عباس اور

marfat.com

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأۃ کرنے سے انتہائی سختی کے ساتھ منع کرتے تھے۔ (زجاجۃ المصابیح باب القرأۃ فی الصلوٰۃ جلد ا ص ۲۴۰)

صحابہ کرام وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس نے ان کی پیروی کی اس نے ہدایت پائی۔ اور انہی ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہ کا لقب عطا فرمایا یقیناً صحابہ کرام کا عمل ہمارے لئے باعث نجات ہے۔

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ بڑے بڑے جید صحابہ کرام مقتدی کے پیچھے قرأۃ کرنے سے منع کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زید کی روایت میں دس صحابہ کرام کا ذکر آیا ہے ایک روایت میں ایسے صحابہ کرام کی تعداد اسی (۸۰) بیان کی گئی ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک یہ تعداد کہیں زیادہ ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

نماز ظہر کے مستحب وقت کا بیان

مسئلہ :- سردیوں میں ظہر کی نماز میں جلدی کرنا اور گرمیوں میں ٹھنڈی کر کے یعنی تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے۔

عبادات ہوں یا معاملات۔ اسلام اپنے پیروکاروں کے لئے بہت سی آسانیاں مہیا کرتا ہے اور حتی الامکان انہیں تکالیف سے دور رکھنے کی ضرورت پر زور دیتا ہے؛ تاکہ وہ اسلام اور اس کے احکامات کی بجا آوری کے لئے خود کو ہمیشہ پُر سکون محسوس کریں۔

سنن ابن ماجہ میں ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو۔

(سنن ابن ماجہ ابواب مواقیت الصلوۃ ص ۴۹)

سنن نسائی میں ہے:

"عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ وَ إِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب گرمیوں کے دن ہوتے تو حضور علیہ السلام نماز کو ٹھنڈا کر کے ادا کرتے اور جب سردیوں کے دن ہوتے تو نماز میں جلدی فرماتے۔

(سنن نسائی کتاب المواقیت جلد ۱ ص ۸۷)

marfat.com

شرح معانی الآثار میں ہے:

"عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الظُّهْرِ بِالْهَجِيْرِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ"

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دوپہر کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھڑک ہے۔

(شرح معانی الآثار . کتاب الصلوۃ جلد۱ ص ۱۲۹)

جامع ترمذی میں ہے:

"عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي مَنْزِلٍ فَأَذَّنَ بِلَالٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَه يَا بِلَالُ! ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ مَه يَابِلَالُ! ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ مَه يَابِلَالُ! حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ"

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جگہ پہ ٹھہرے ہوئے تھے حضرت بلال نے اذان دینا چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بلال ٹھہرو! کچھ دیر بعد حضرت بلال نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا اے بلال ٹھہرو! تیسری مرتبہ پھر حضرت بلال نے اذان کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا اے بلال ٹھہرو! یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کی بھڑک ہے پس جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو۔

(جامع ترمذی ابواب الصلوۃ جلد ۱ ص ۴۱)

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی نقل کیا ہے۔ اگرچہ اس میں حضرت بلال کا نام موجود نہیں ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ گرمیوں میں نماز ظہر

marfat.com

تاخیر کے ساتھ ادا کرنا اولیٰ ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اس بات کا واضح ترین ثبوت ہے۔ کہ گرمیوں کے موسم میں ظہر کی نماز تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے۔ اور حضور علیہ السلام کی منشاء کے عین مطابق ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے :

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ "

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو یعنی تاخیر سے ادا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جھنم کی بھڑک ہے۔

(جامع ترمذی ابواب الصلوۃ جلد ۱ ص ٤٠)

سننِ نسائی میں ہے :

"عَنْ أَبِي مُوْسٰى قَالَ أَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ "

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو یعنی گرمیوں میں نماز ظہر کی ادائیگی میں تاخیر کرو۔

(سنن نسائی کتاب الصلوۃ جلد ۱ ص ۸۷)

سنن ابن ماجہ میں ہے :

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ "

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : نماز ظہر کو ٹھنڈا کرو یعنی گرمیوں میں تاخیر کے ساتھ ادا کرو۔

(سنن ابن ماجہ ابواب مواقیت الصلوۃ ص ٤٩)

marfat.com

شرح معانی الآثار میں ہے :

" عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ أنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُعَجِّلُھَا فِی الشِّتَاءِ وَیُؤَخِّرُھَا فِی الصَّیْفِ "

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سردیوں میں نماز ظہر جلدی ادا کرتے تھے اور گرمیوں میں تاخیر سے ادا کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار کتاب الصلوۃ جلد ۱ ص ۱۲۹)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ سردیوں میں ظہر کی نماز کی ادائیگی کے لئے جلدی، جب کہ گرمیوں میں تاخیر کرنا سنت ہے۔ اگر غور و فکر کیا جائے اور عقل کو استعمال میں لایا جائے تو یہ بات بڑی آسانی سے ذھن میں آسکتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے تاخیر سے نماز ادا کرنے کی جو ہدایت فرمائی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ نمازی کو گرمی کی شدت اور تکلیف سے دور رکھا جائے تاکہ نماز کی ادائیگی اور اس کا خشوع و خضوع متاثر نہ ہو اور یہ اہم ترین عبادت اپنے تمام تر آداب کے ساتھ مکمل کی جاسکے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

﴿نمازیں جمع نہ کرنے کا بیان﴾

مسئلہ :- ہر نماز کو اس کے صحیح وقت میں ادا کرنا ضروری ہے جبکہ دو مختلف وقتوں کی نمازیں ایک نماز کے وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ۔

شریعت نے ایک دن اور رات میں مسلمانوں پر پانچ نمازیں ادا کرنا فرض قرار دیا ہے اور ہر نماز کے لئے علیحدہ علیحدہ وقت مقرر کیا ہے تا کہ لوگ کسی بھی نماز کی ادائیگی میں کاہلی اور سستی کا مظاہرہ نہ کریں اور جب بھی نماز کا وقت مقررہ آجائے تو وہ اس کے لئے فوراً تیاری کر کے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے :

﴿ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَوْقُوْتًا ﴾

بے شک مسلمانوں پر مقررہ وقت میں نماز ادا کرنا فرض ہے ۔

(القرآن سورۃ النساء آیت ۱۰۳)

قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر نماز کو اس کے مقررہ اور مخصوص وقت میں ہی ادا کرنا صحیح ہے۔ اور کسی بھی نماز کو اس کے اپنے وقت سے ہٹ کر دوسری نماز کے وقت میں ادا کرنا جائز نہیں اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکمِ صریح کے قطعاً خلاف ہے ۔

سنن نَسائی میں ہے :

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّى الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا إِلَّا بِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ ہر نماز کو اس کے اپنے وقت میں ادا کرتے تھے ۔

(سنن نسائی باب الجمع بین الظهر والعصر بعرفة جلد ٢ ص ٤٤)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف مزدلفہ اور عرفات ہی دو ایسے مقام ہیں جہاں ایک وقت میں دو نمازیں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے اس کے علاوہ سفر ہو یا حضر دو نمازوں کو ایک نماز کے وقت میں ادا کرنا جائز نہیں ۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

”عَنْ أَبِی مُوسٰی اَلْجَمْعُ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ مِنْ غَیرِ عُذْرٍ مِنَ الْکَبَائِرِ“

حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ٢ ص ٤٥٩)

مصنف عبدالرزاق میں ہے :

”عَنْ أَبِی الْعَالِیَةَ أَنَّ عُمَرَ کَتَبَ إِلٰی أَبِی مُوسٰی وَاعْلَمْ أَنَّ جَمْعًا بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ مِنَ الْکَبَائِرِ إِلاَّ مِنْ عُذْرٍ“

حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں بغیر عذر کے جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

(مصنف عبدالرزاق باب الجمع بین الصلوتین فی السفر جلد ٢ ص ٥٥٢)

مؤطا امام محمد میں ہے :

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ کَتَبَ فِی الآفَاقِ یَنْهَاهُمْ أَنْ یَجْمَعُوْا بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ وَیُخْبِرُهُمْ أَنَّ الْجَمْعَ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ فِی وَقْتٍ وَاحِدٍ کَبِیرَةٌ مِنَ الْکَبَائِرِ“

marfat.com

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمال حکومت کو لکھ بھیجا کہ وہ لوگوں کو دو نمازوں کے جمع کرنے سے روکیں اور سب کو آگاہ کریں کہ ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

(موطا الامام محمد باب الجمع بین الصلوتین فی لسفر ص ۱۳۲)

یہ روایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ ایک وقت میں دو مختلف اوقات کی نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں اور ایسا کرنے والا گناہ کبیرہ کا مستحق ہو گا نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصی طور پر خط کے ذریعے اس بات سے آگاہ کرنا بلکہ اپنے اعمال کو یہ تنبیہ کرنا کہ وہ لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کریں انتہائی اہم اور قابل غور بات ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

”عَنِ ابنِ مَسعُودٍ قَالَ مَارَأَیتُ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی صَلٰوۃً إلاَّ لِوَقْتِهَا إلاَّ أَنَّهُ جَمَعَ بَینَ الظُّهرِ وَالْعَصرِ بِعَرَفَةَ وَالْمَغرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجُمَعٍ“

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا مگر اس کے وقت میں ہی۔ ماسوا اس کے کہ آپ نے ظہر اور عصر کو ”عرفہ“ میں اور مغرب اور عشاء کو ”مزدلفہ“ میں جمع فرمایا۔

(مصنف عبدالرزاق باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر جلد ۲ ص ۵۵۱)

سنن نسائی میں ہے:

”عَنْ عَبدِاللّٰهِ بنِ مَسعُودٍ قَالَ سَأَلتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أیُّ العَمَلِ أحَبُّ إلَی اللّٰهِ قَالَ إقَامَةُ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا“

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ

marfat.com

سے پوچھا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے آپ نے فرمایا نماز کو اس کے وقت میں ادا کرنا۔ (سنن نسائی باب فضل الصلوۃ لمواقیتها جلد ١ ص ١٠٠)

مصنف عبدالرزاق میں ہے :

" عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةَ أَنَّه' كَانَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ كُلَّ صَلٰوةٍ لِوَقْتِهَا "

حضرت ایوب رضی اللہ عنہ حضرت ابو العالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ سفر میں ہر نماز کو اس کے وقت میں ادا کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق باب الجمع بین الصلوتین فی السفر جلد ٢ ص ٥٥٢)

ایک اور حدیث میں ہے :

" عَنِ الْحَسَنِ أَنَّه' كَانَ يَقُوْلُ صَلُّوْا كُلَّ صَلٰوةٍ لِوَقْتِهَا "

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کو اس کے وقت میں ہی ادا کرو۔

(مصنف عبدالرزاق باب الجمع بین الصلوتین فی السفر جلد ٢ ص ٥٥٣)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز کو اس کے اصل وقت میں پڑھنا محبوب ترین عمل ہے بلکہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے عمل کے عین مطابق ہے نیز نماز کو اس کے اپنے وقت میں تمام آداب کے ساتھ ادا کرنا باعثِ نجات بھی ہے۔

دو نمازوں کو صورۃً جمع کرنا جائز ہے۔

دو نمازوں کو ان کے اپنے اپنے وقت میں اس طرح پڑھنا کہ وہ صورتاً جمع ہو جائیں صحیح اور جائز ہے۔

شرح معانی الآثار میں ہے :

" عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ وَيُقَدِّمُ الْعَصْرَ وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُقَدِّمُ الْعِشَاءَ "

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں نماز ظہر کو تاخیر سے اور نماز عصر کو جلدی ادا کرتے تھے اسی طرح نماز مغرب کو تاخیر سے اور نماز عشاء کو جلدی ادا کرتے تھے۔

(شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوتین کیف هو جلد ۱ ص ۹۷)

اس حدیث پر غور کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دو قریب الوقت نمازوں میں سے پہلی کو انتہائی تاخیر سے اور دوسری کو بالکل اس کے ابتدائی وقت میں ادا کرنے سے وہ دونوں نمازیں بظاہر جمع ہو جاتی ہیں لیکن حقیقت میں وہ دونوں نمازیں اپنے اصل وقت میں ہی ادا ہوتی ہیں۔

موطا امام مالک میں ہے:

" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي سَفَرِهِ إِلَى تَبُوْكَ "

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تبوک کے سفر میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

(موطا الامام مالک باب الجمع بین الصلوتین ص ۱۲۴)

اس حدیث میں نماز ظہر اور نماز عصر کو جمع کرنے کا ذکر ہے لیکن یہ وہی مفہوم ہے جو بیان کیا جا چکا ہے کہ ہر نماز کو اس کے اپنے وقت میں ہی ادا کیا گیا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے نماز ظہر کو اس کے انتہائی آخری وقت میں ادا کیا اور نماز عصر کو اس کے بالکل ابتدائی وقت میں ادا کیا اس طرح ادا کرنے سے دونوں نمازیں

marfat.com

صورتاً جمع ہو گئیں اس کی تائید اس روایت سے بھی ہو رہی ہے۔

صحیح بہاری میں معجم الکبیر کے حوالے سے روایت نقل کی گئی ہے:

" عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ أنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرَبِ وَالْعِشَاءِ يُؤخِّرُ هٰذِهِ فِي آخِرِ وَقْتِهَا وَيُعَجِّلُ هٰذِهِ فِي أوَّلِ وَقْتِهَا "

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب اور نماز عشاء کو جمع کر کے پڑھ لیا کرتے تھے اس طرح کہ نماز مغرب کو انتہائی تاخیر کے ساتھ اور نماز عشاء کو اس کے بالکل ابتدائی وقت میں ادا کرتے تھے۔

(صحیح بہاری باب الجمع الصوری بین الصلوتین فی السفر ص ۷۱۰)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

" عَنِ الْحَسَنِ وَ مَحْمُوْدٍ قَالاَ مَا نَعْلَمُ مِنَ السُّنَّةِ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِي حَضَرٍ وَلاَ سَفَرٍ إلاَّ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِعَرَفَةَ وَ بَيْنَ الْمَغْرَبِ وَالْعِشَاءِ بِجُمَعٍ "

حضرت حسن اور حضرت محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق سنت یہی ہے کہ سفر و حضر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کیا جا سکتا البتہ عرفہ میں ظہر و عصر اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ باب من کرہ الجمع بین الصلوتین جلد ۱ ص ۴۵۸)

یہ تمام احادیث جو بیان کی گئی ہیں اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ دو نمازوں کو حقیقتاً جمع کرنا یعنی ان کو ایک نماز کے وقت ادا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ

marfat.com

ہر نماز کو اس کے اپنے وقت میں ادا کرنا ضروری ہے اور مختلف احادیث میں جہاں کہیں بھی نمازیں جمع کر کے پڑھنے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام نے دو نمازوں کو ان کے اپنے وقت میں اس طرح ادا کیا کہ وہ بظاہر جمع ہو گئیں۔ یاد رہے کہ عرفات میں ظہر و عصر اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

مسافت شرعی کا بیان

مسئلہ :- شرعی سفر کا فاصلہ کہ جس میں نماز قصر پڑھنا ضروری ہے۔ تین دن اور تین راتوں تک متوسط رفتار سے چلنے کے برابر مسافت ہے اس سے کم فاصلے کا سفر شرعی سفر نہیں ہے۔

دین اسلام نے اپنے پیروکاروں کو جو سہولتیں دی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سفر کے دوران وہ چار رکعتوں والے فرائض نصف کر کے پڑھیں اور سفر سے مراد شرعی سفر ہے جس کا فاصلہ تین دن اور تین راتوں کے سفر کا ہے اور یہ تقریباً بانوے (۹۲) کلومیٹر بنتا ہے۔ لہذا جو شخص اتنے فاصلہ تک کا سفر اختیار کرے اس کے لئے قصر پڑھنا ضروری ہے۔

زجاجة المصابیح میں کتاب الآثار کے حوالہ سے روایت نقل کی گئی ہے:

" عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ الْوَالِبِي قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رضى الله عنهما إِلَىٰ كَمْ تَقْصِيْرِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ أَتَعْرِفُ السُّوَيْدَاء؟ قَالَ قُلْتُ لَا ، قَالَ هِيَ ثَلَاثُ لَيَالٍ قَوَاصِدَ فَإِذَا خَرَجْنَا إِلَيْهَا قَصَرْنَا الصَّلٰوةَ "

حضرت علی بن ربیعہ والبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما سے سوال کیا کتنی مسافت کے سفر پر نماز قصر پڑھنا چاہئے انہوں نے فرمایا تم سویدا (جگہ کا نام) کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں تو فرمایا یہ تین راتوں کا سفر ہے جب ہم وہاں جاتے تو قصر پڑھتے۔

(زجاجة المصابيح باب صلوة السفر جلد ۱ ص ۳۷۹)

یہ حدیث اس بات کا ثبوت ہے کہ شرعی سفر جس میں قصر نماز پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے اس کی مسافت تین دن اور تین راتوں کا اونٹ کی درمیانی

marfat.com

رفتار سے سفر ہے جب کوئی شخص اتنی دوری کا سفر اختیار کرے۔ تو وہ چار رکعتوں والی فرض نماز کو نصف کر کے پڑھے اور اگر اس سے کم فاصلہ کا سفر ہے تو نماز پوری یعنی چار رکعتیں ہی ادا کرے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

" عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قُلْتُ لابْنِ عَبَّاسٍ أُقْصِرُ إِلٰى عَرَفَةَ فَقَالَ لاَ۔ قُلْتُ أُقْصِرُ إِلٰى مُرّ؟ قَالَ لاَ قُلْتُ أُقْصِرُ إِلَى الطَّائِفِ وَإِلٰى عَسْفَانَ قَالَ نَعَمْ "

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ عرفہ میں نماز قصر پڑھوں انہوں نے فرمایا نہیں میں نے پھر پوچھا کہ "مر" کے سفر میں نماز قصر پڑھوں تو فرمایا نہیں پھر میں نے پوچھا کہ طائف اور عسفان کے سفر میں قصر پڑھوں تو انہوں نے فرمایا : ہاں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۲ ص ٤٤٥)

ایک اور حدیث میں ہے :

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما قَالَ لاَ تَقْصِرُ إِلٰى عَرَفَةَ وَبَطْنِ نَخْلَةَ وَ أَقْصِرِ إِلٰى عَسْفَانَ وَالطَّائِفِ وَجَدَّةَ "

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم عرفہ اور بَطْنِ نَخْلَہ کے سفر میں قصر نہ پڑھو البتہ عسفان، طائف اور جدہ کے سفر میں قصر پڑھا کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۲ ص ٤٤٥)

سنن دار قطنی میں ہے :

" يَا أَهْلَ مَكَّةَ لاَ تَقْصِرُوْا فِيْ أَدْنٰى مِنْ أَرْبَعَةِ بُرُدٍ "

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اے مکہ والو چار " برد " سے کم سفر کے دوران نماز قصر نہ پڑھا کرو۔ (سنن دار قطنی باب قدرا المسافة الخ جلد ۱ ص ۳۸٤)

marfat.com

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ مکہ سے عسفان، طائف اور جدہ کا سفر شرعی سفر ہے اور اس سے کم شرعی سفر نہیں ہے اسی طرح چار برد بھی تقریباً پچاس کے قریب شرعی میل اور نوے سے زائد کلو میٹر بنتے ہیں چونکہ مکہ وغیرہ اور بطن نخلہ کے درمیان اس قدر فاصلہ نہیں ہے اس لئے یہ مسافت شرعی سفر کے زمرے میں نہیں آتی اگر کوئی شخص دس یا بیس کلو میٹر کے سفر میں بھی نماز قصر ادا کرتا ہے تو وہ ان تمام احادیث کے خلاف عمل کرتا ہے۔

عورت کا بغیر محرم کے تین دن کا سفر

صحیح مسلم میں ہے

" عن ابنِ عمرانَ أنَّ رسُوْلَ اللّٰہ ﷺ قال لا تُسافِرِ الْمرْأةَ ثلاثًا أوْمَعَها ذُوْ مَحْرَمٍ "

حضرت ابن عمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر اختیار نہ کرے۔

(صحیح مسلم باب سفر المرأة مع محرم الی حج جلد ۱ ص ۴۳۳)

ایک اور حدیث میں ہے :

" عنْ أبِی سعِیْدِ الْخُدْرِی أنَّ نبیَّ اللّٰہ ﷺ قال تُسافرْ امرأةَ فوْقَ ثلاثَ لَیالِ إلاَّ معَ ذِیْ مَحْرَمٍ "

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا عورت تین راتوں سے زائد کا سفر کسی محرم کے ساتھ کرے۔

(صحیح مسلم باب سفر المرأة مع محرم الی حج جلد ۱ ص ۴۳۳)

ان احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تین دن اور راتوں کے برابر مسافت کا سفر ہی شرعی سفر ہے اسی لئے حضور علیہ السلام نے عورت کو کسی

marfat.com

محرم کے ساتھ جانے کا پابند کیا ہے اور عورت کا اس حکم کے خلاف عمل کرنا حرام ہے ۔

امام مسلم بن حجاج القشیری روایت کرتے ہیں :

”عَنْ أبیِ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ یَحِلُّ لاِمْرَأةٍ أنْ تُسَافِرَ ثَلاَثًا إلاَّ وَ مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْهَا“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے تین دن کا سفر اختیار کرے ۔

(صحیح مسلم باب سفر المرأة مع محرم الی حج جلد ۱ ص ۴۳۴)

مسافتِ شرعی کا اہم ترین ثبوت

سنن نسائی میں ہے :

”عَنْ شُرَیْحِ بْنِ هَانِیٍ قَالَ سَألْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّیْنِ فَقَالَتْ إئتِ عَلِیًّا فَإنَّهٗ أعْلَمُ بِذٰلِکَ مِنِّی فَأتَیْتُ عَلِیًّا فَسَألْتُهٗ عَنِ الْمَسْحِ فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَأمُرُنَا أنْ یَّمْسَحَ الْمُقِیْمُ یَوْماً وَلَیْلَةً وَالْمُسَافِرُ ثَلاَثًا“

حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کی مدت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا تم حضرت علی کے پاس جاؤ کیونکہ اس کے بارے میں وہ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسح کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہم سب کو یہ حکم دیا ہے کہ مقیم ایک دن اور ایک رات تک اور مسافر تین دن اور تین

marfat.com

راتوں تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے۔

(سنن نسائی باب التوقیت فی المسح للمقیم جلد ۱ ص ۳۲)

اس حدیث سے صراحتاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرعی سفر کا فاصلہ تین دن اور تین راتوں کے برابر کی مسافت ہے جو محققین کے نزدیک اونٹ پر متوسط رفتار سے کیا جائے اتنی مسافت کا سفر اختیار کرنے والا شرعی طور پر مسافر کہلائے گا اور اس پر نماز قصر پڑھنا ضروری ہوگا اور رمضان کے روزوں میں بھی اسے رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

شرح معانی الآثار میں ہے:

" قَدْ تَوَاتَرَتْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالتَّوْقِيْتِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ "

امام طحاوی فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے تواتر سے منقول ہے کہ مسافر کے لئے مدت مسح تین دن اور تین راتیں جب کہ مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے۔

(شرح معانی الآثار باب المسح علی الخفین کم وقتہ للمقیم والمسافر جلد ۱ ص ۵۰)

سنن نسائی میں ہے:

" عَنْ عَلِيٍّ قَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ "

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے تین دن اور راتیں جب کہ مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات مدت مسح مقرر کی ہے۔ (سنن نسائی باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمقیم جلد ۱ ص ۳۲)

کتب احادیث میں اس طرح کی بے شمار روایات موجود ہیں جن میں مسافر کو تین دن اور تین راتوں تک موزوں پر مسح کی اجازت دی گئی ہے اور

marfat.com

شرعی سفر کی حد کے بارے میں یہ سب سے اہم دلیل ہے اور اس بات کا واضح ثبوت بھی ہے کہ تین دن اور تین راتوں کے برابر سفر حقیقتاً شرعی سفر ہے اور اتنا سفر اختیار کرنے والے پر ہی مسافر کے احکام نافذ ہونگے جبکہ تین دن اور تین راتوں کی مسافت سے کم سفر کرنے والا مسافر نہیں ہے اس لئے اس پر مسافر کے احکام بھی نافذ نہیں ہوں گے۔

علاوہ ازیں اعلیٰحضرت کی تحقیق کے مطابق ساڑھے ستاون میل یعنی بانوے (۹۲) کلومیٹر کی مسافت کا سفر شرعی سفر ہے بہر حال یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسافت شرعی کا جو فاصلہ مذکورہ بالا روایات میں بیان کیا گیا ہے اس سے کم سفر کو کسی طور پر بھی شرعی سفر نہیں کہا جا سکتا۔

نوٹ:- ایک قول کے مطابق شرعی سفر کا فاصلہ ۹۸ کلومیٹر اور ایک دوسرے قول کے مطابق ۱۱۵ کلومیٹر ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

نماز وتر اور دعائے قنوت کا بیان

مسئلہ :- نماز عشاء کے بعد تین رکعت نماز وتر ادا کرنا واجب ہے اور نماز وتر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھی واجب ہے۔

نماز وتر بڑی اہم نماز ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے : اے اہلِ قرآن نماز وتر پڑھا کرو ! کیونکہ یہ نماز اللہ کو بہت محبوب ہے۔ اس لئے نماز وتر کا ادا کرنا بہت ضروری ہے اس کا ترک کرنا کسی صورت جائز نہیں اگر سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز وتر رہ جائے تو قضاء کرنا ضروری ہے۔ نماز وتر کے بارے میں چند اہم باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

سنن ابی داوٗد میں ہے :

”عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ“

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز وتر ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے ۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوة جلد ۱ ص ۲۰۱)

موطا امام مالک میں ہے :

”عَنْ مَالِکٍ بَلَغَه' أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ عُمَرَ عَنِ الْوِتْرِ أَ وَاجِبٌ ؟ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ أَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یُرَدِّدُ عَلَیْهِ وَعَبْدُاللّٰهِ یَقُوْلُ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ أَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ“۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز وتر کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ نماز واجب ہے ؟ تو حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز وتر

marfat.com

پڑھی اور تمام مسلمانوں نے بھی نمازوتر پڑھی وہ شخص مطمئن نہ ہوا تو حضرت ابن عمر نے پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے اور تمام مسلمانوں نے بھی وتر پڑھے۔

(موطا الامام مالک، باب الامر بالوتر ص ۱۰۹)

زجاجة المصابیح میں ہے :

" إنَّ مَعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَدِمَ الشَّامَ فَوَجَدَ أَهْلَ الشَّامَ لَايُوْتِرُوْنَ فَقَالَ لِمُعَاوِيَةَ مَا لِيْ أَرَاكُمْ أَهْلَ الشَّامِ لَايُوْتِرُوْنَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ أَ وَاجِبٌ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ ؟ فَقَالَ نَعَمْ ! "

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے تو دیکھا کہ شام کے لوگ وتر نہیں پڑھتے ۔ آپ نے حضرت امیر معاویہ سے کہا۔ کیا ہوا کہ میں دیکھتا ہوں کہ شام کے لوگ نماز وتر میں کوتاہی کرتے ہیں ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل سے کہا کہ کیا نماز وتر ان پر واجب ہے ؟ تو آپ نے فرمایا : ہاں ! (واجب ہے)

(زجاجة المصابیح باب الوتر جلد۱ ص ۳۵٤)

سنن ابن ماجه میں ہے :

"عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدَرِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرٍ أَوْ نَسِيَه‘ فَلْيُصَلِّهِ إِذَا أَصْبَحَ أَوْ ذَكَرَه‘"

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو نماز وتر پڑھنا بھول گیا یا نیند کی وجہ سے نماز وتر نہ پڑھ سکا تو اسے چاہئیے کہ وہ صبح یا جب اسے یاد آجائے نماز وتر ادا کرے ۔

(سنن ابن ماجه باب من نام عن وتر او نسیه ص۸۳)

ایک اور روایت میں ہے :

"عَنِ ابْنِ طَاؤُوْسٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ الْوِتْرُ وَاجِبٌ يُعَادُ إِلَيْهِ إِذَا نَسِيَ "

حضرت ابن طاؤس رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ وتر واجب ہے اگر کوئی شخص بھول جائے جب بھی ان کو ادا کرنا چاہیئے۔ (مصنف عبدالرزاق باب وجوب الوتر جلد ۳ ص ۸)

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ نماز وتر سنت غیر مؤکدہ یا سنت مؤکدہ نہیں ہے بلکہ "واجب" ہے؛ لہذا ان کو ہر حال میں ادا کرنا چاہئے اگر سستی کی وجہ سے رہ جائیں تو فرائض کی طرح ان کی بھی قضا پڑھنا ضروری ہے۔ کسی کے ذہن میں اگر یہ خیال موجود ہے کہ نماز وتر کی ادائیگی واجب نہیں تو اسے ان احادیث پر غور و فکر کرنا چاہیئے کیونکہ اس کا یہ خیال اور عمل حدیث کے بالکل خلاف ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے:

"عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا"

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وتر واجب ہیں۔ جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ وتر واجب ہیں جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ وتر واجب ہیں جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ جلد ۱ ص ۲۰۱)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: حدیث میں "حق" کا لفظ آیا ہے جس کا معنیٰ "واجب" ہے۔ اس کی دلیل حضور ﷺ کے یہ الفاظ ہیں کہ جو نماز وتر نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔ یہ بہت سخت وعید ہے جو صرف فرض یا واجب کے ترک کرنے پر کی جاتی ہے۔

marfat.com

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی اور اس قسم کی تنبیہ ایسی تاکیدات کے ساتھ سنت کے بارے میں نہیں ہوسکتی۔

نماز وتر تین رکعت ہیں:

شرح معانی الآثار میں ہے:

"أنَّ النَّبيَّ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلاثِ رَكْعاتٍ"

رسول اللہ ﷺ نماز وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار باب الوتر جلد ۱ ص ۱۹۸)

مستدرک میں ہے:

"عنْ عائشة قالتْ كان رسُوْلُ اللّٰه ﷺ يُوْتِرُ بثَلاثٍ لايُسلّمُ إلاَّ فِيْ آخرِهِنَّ وهذا وِتْرُ أميْرِ الْمؤْمنين عُمرابْنِ الْخطّاب"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور تین رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اتنے ہی وتر ادا کرتے تھے۔

(مستدرك كتاب الوتر جلد ۱ ص ۳۰۴)

جامع ترمذی میں ہے:

"عنْ عليٍّ كان رسُوْلُ اللّٰه ﷺ يُوْتِرُ بثَلاثٍ (رواه الترمذی) وقال قد ذهب قومٌ منْ أهْلِ الْعلْم منْ أصحاب النَّبيِّ وغيْرِهِمْ إلىٰ هذا"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت نماز وتر پڑھتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اہل علم صحابہ کرام کا بھی یہی موقف ہے۔

(جامع ترمذی ابواب الوتر جلد ۱ ص ۱۰۶)

marfat.com

زجاجۃ المصابیح میں ہے :

"عَنْ ابنِ عُمَرَ أنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَکْعَاتٍ"

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت نمازوتر ادا کرتے تھے۔ (زجاجۃ المصابیح باب الوتر جلد ۱ ص ۳۰۹)

ایک اور روایت میں ہے :

"عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ أوْتَرَ النَّبِیُّ ﷺ بِثَلَاثٍ"

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ وتر تین رکعت پڑھی۔ (زجاجۃ المصابیح باب الوتر جلد ۱ ص ۳۰۹)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

"عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّہٗ اَوْتَرَ بِثَلَاثِ رَکْعَاتٍ"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ تین رکعت نماز وتر پڑھتے تھے ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۲ ص ۲۹۴)

نماز وتر کی تعداد کے بارے میں یہ روایات بہت ہی واضح ہیں کیونکہ ان تمام احادیث میں صراحتاً وتر کے ساتھ "ثلاث" کا لفظ آیا ہے جس سے عام فہم آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ نماز وتر تین رکعت ہیں۔ نہ تین سے کم، نہ ہی تین سے زیادہ۔ لیکن کچھ لوگ غبی ذہن کے مالک ہوتے ہیں اور ان کو کوئی بھی بات آسانی سے سمجھ نہیں آتی اس لئے ان کو سمجھانے کے لئے بڑی تگ ودو کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایک ایک چیز واضح کر کے اور مثالیں دے دے کر بات ان کے ذھن میں بٹھائی جاتی ہے ۔ مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ میں مزید صراحت ووضاحت ملاحظہ ہو۔

سنن دارِ قطنی میں ہے :

" عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وِتْرُ اللَّیْلِ ثَلَاثٌ کَوِتْرِ النَّھَارِ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ "

marfat.com

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دن کے وتر یعنی نماز مغرب کی طرح رات کے وتر بھی تین رکعت ہیں۔

(سنن دارقطنی باب الوتر ثلاث جلد۲ ص ۲۸)

سنن نسائی میں ہے :

”عَنْ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْوِتْرِ بِـ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِـ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ بِـ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ وَلَايُسَلِّمُ اِلَّافِي آخِرِهِنَّ“

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز وتر کی پہلی رکعت میں ”سورۃ الاعلیٰ“ دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے اور تین رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(سنن نسائی کتاب الصلاۃ جلد ۱ ص ۲۸۴)

علمائے امت اور فقہاء کرام کے نزدیک نماز وتر تین رکعت ہیں حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت حذیفہ حضرت ابن عباس حضرت انس حضرت ابو امامہ حضرت عمر بن عبد العزیز اور فقہائے سبعہ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ حضرت حسن کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ نماز وتر کے تین رکعت ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ عشاء ادا کی اور آخر میں تین رکعت نماز وتر پڑھی آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں نے بھی تین رکعت نمازِ وتر پڑھی۔

(مصنف عبد الرزاق باب الوتر جلد ۳ صفحہ ۲۰)

marfat.com

ایک اور روایت میں ہے :

" عَنْ اَبِی الْبُخْتَرِیْ اَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ فِیْ رَمَضَانَ وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ "

حضرت ابو البختری رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں پانچ ترویحے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد۲ ص ۲۹۳)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں نمازِ وتر تین رکعت ہی ادا کی جاتی تھی۔

دعائے قنوت وتر کی آخری رکعت میں واجب ہے

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

" عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقْنُتُ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ "

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ وتر میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۲ ص ۳۰۲)

سنن ابن ماجہ میں ہے :

" عَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُوْتِرُ فَیَقْنُتُ قَبْلَ الرُّکُوْعِ "

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ وتر پڑھتے تھے تو رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے ۔

(سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی القنوت قبل الرکوع ص۸۳)

زجاجۃ المصابیح میں طبرانی کے حوالے سے روایت نقل کی گئی ہے :

" عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَکْعَاتٍ

marfat.com

وَيَجْعَلُ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ"

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت نمازوتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

(زجاجة المصابيح باب القنوت جلد ۱ ص ۳۵۹ (طبرانی اوسط)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ دعائے قنوت نمازوتر میں رکوع سے پہلے پڑھنی چاہئے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ دعائے قنوت نمازوتر کی آخری رکعت میں ہی پڑھنا درست ہے۔

ایک روایت میں ہے:

"عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِيًّا يَقُولُونَ قَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي آخِرِ الْوِتْرِ وَكَانُوا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ"

حضرت سوید بن غفلہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازوتر کے آخر میں دعائے قنوت پڑھی اور وہ خود بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

(زجاجة المصابيح باب القنوت جلد ۱ ص ۳۵۹)

ابو نعیم روایت کرتے ہیں:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَوْتَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِثَلَاثٍ فَقَنَتَ فِيهَا قَبْلَ الرُّكُوعِ"

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین رکعت نمازوتر پڑھی اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔

(ابو نعیم فی الحلیہ)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَيَقْنُتُ فِي

marfat.com

الْوِتْر قَبْلَ الرُّکُوعِ "

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ تین رکعت نماز وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات حلد ۲ ص ۲۹٤)

نماز فجر میں دعائے قنوت نہیں پڑھنی چاہیے

سننِ دار قطنی میں ہے:

"عَنْ أُمِّ سلمةَ قالتْ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الْفَجْرِ "

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے سے منع فرمایا۔

(سنن دار قطنی باب صفة القنوت و بیان موضعه حلد ۲ ص ۳۸)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"عَنْ طَلْحَةَ أَنَّ اَبَابَكْرٍ لَمْ يَقْنُتْ فِي الْفَجْرِ "

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۲ ص ۳۰۹)

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

"عَنِ الاَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ وَعَمْرِو بْنِ مَيْمُونِ الْأَوْدِيِّ قَالَا صَلَّيْنَا خَلْفَ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ الْفَجْرَ فَلَمْ يَقْنُتْ "

حضرت اسود بن یزید اور حضرت عمرو بن میمون اودی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی، تو

marfat.com

انہوں نے دعائے قنوت نہیں پڑھی ۔

(مصنف عبدالرزاق باب القنوت جلد ۳ ص ۱۰٦)

ایک اور روایت میں ہے :

”عَنِ ابْنِ اَبِیْ نُجَیْحٍ قَالَ سَأَلْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ ھَلْ کَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَقْنُتُ فِی الصُّبْحِ ؟ قَالَ لاَ ، إِنَّمَا ھُوَ شَیْءٌ أَحْدَثَہُ النَّاسُ بَعْدُ“

حضرت ابن ابی نجیح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سالم بن عبداللہ سے پوچھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے تھے ؟انہوں نے فرمایا : نہیں ،یہ عمل تو لوگوں نے بعد میں شروع کیا ہے

(مصنف عبدالرزاق باب القنوت جلد۳ ص۱۰۸)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

”عَنْ اَبِیْ سُلَیْمِ الشَّعْثَاءِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْقُنُوْتِ فِی الْفَجْرِ فَقَالَ أَیُّ شَیْءٍ ؟“

حضرت ابو سلیم شعثاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نمازِ فجر میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے فرمایا : وہ کیا شے ہے ؟

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد۲ ص ۳۰۹)

سنن بیہقی میں ہے :

”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّہٗ قَالَ الْقُنُوْتُ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ بِدْعَۃٌ“

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا بدعت ہے۔

(السنن الکبری کتاب الصلوٰۃ جلد ۲ ص ۲۱٤)

حضرت امام محمدؒ روایت کرتے ہیں :

”عَنْ نَافِعٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ لاَ یَقْنُتُ فِی الصُّبْحِ“

marfat.com

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر صبح کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھتے تھے ۔

(موطاامامحمد باب القنوت فی الفجر ص ۱۴۵)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

”أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ“

روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۲ ص ۳۰۹)

مذکورہ بالا تمام روایات اس بات کی واضح ترین دلیل ہیں کہ صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا درست نہیں اور بعض لوگوں کا جو خیال ہے کہ دعائے قنوت فجر کی نماز میں پڑھنا چاہیئے ، یہ قطعاً درست نہیں ؛ کیونکہ مذکورہ احادیث سے یہ مسئلہ نہایت آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ دعائے قنوت نمازِ وتر کی آخری رکعت میں رکوع ادا کرنے سے قبل پڑھنا ہی صحیح اور سنت کے مطابق ہے۔ اور فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا خلافِ سنت اور بدعت ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

نماز تراویح کا بیان

مسئلہ :- رمضان المبارک میں ہر رات نماز عشا کے بعد بیس رکعت نماز تراویح ادا کرنا سنت ہے اور اس سے کم پڑھنا خلاف سنت ہے۔

رمضان المبارک کی راتوں کو نماز تراویح ادا کرنے کی بڑی فضلیت ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے۔

"عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِیْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ماہ رمضان میں ایمان واحتساب کے ساتھ قیام کیا اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (سنن ابی داود کتاب الصلوة جلد ۱ ص ۱۹۴)

اس لئے تمام مسلمانوں کو اس بات سے ضرور آگاہ ہونا چاہئے کہ نماز تراویح کتنی رکعتیں ادا کرنا سنت ہے ؟ اور صحابہ کرام کا اس سلسلے میں کیا عمل رہا ہے۔

امام بخاریؒ کے استاذ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں :

" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَكْعَةً فِیْ غَیْرِ الْجَمَاعَةِ وَالْوِتْرَ"

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت نماز تراویح اور وتر ادا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد ۲ ص ۳۹۴)

کشف الغمہ میں ہے :

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَكْعَةً فِیْ غَیْرِ الْجَمَاعَةِ وَالْوِتْرِ وَكَانَ يَتَرَوَّحُ فِیْهَا بَیْنَ كُلِّ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ سَاعَةً"

marfat.com

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت نماز تراویح اور وتر ادا کرتے ۔تھے اور ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر استراحت فرماتے تھے

(كشف الغمه كتاب الصلوٰة جلد ۱ ص ۱٤٦)

تراویح ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنی استراحت اور سکون کے ہیں۔ نماز تراویح کو "تراویح" کا نام اس لئے دیا گیا کہ اس میں ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر آرام کیا جاتا ہے۔

فائدہ :- عربی زبان میں جمع کا اطلاق تین اور اس سے زیادہ پر ہوتا ہے اور نماز تراویح میں چونکہ پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت ہوتی ہیں اس لئے لفظ تراویح جمع استعمال ہوا۔ اگر یہ نماز آٹھ یا دس رکعت ہوتی تو اس صورت میں دو ترویحے ہونے کی وجہ سے اسے ترویحتین کہا جاتا، نہ کہ تراویح۔ یہ بات بھی یاد رہنی چاہئیے کہ جن روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے گیارہ رکعت نماز ادا کی اس سے مراد وتر اور تہجد کی نماز ہے۔

موطا امام مالک میں ہے :

"عَنْ يَزِيْدَ بْنَ رُوْمَانَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً"

حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہم لوگ دوران رمضان تئیس رکعت ادا کرتے تھے۔

(موطا الامام مالك باب ماجاء فى قيام شهر رمضان ص ۹۸)

زجاجة المصابيح میں ہے :

"عَنْ سَائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ عَهْدِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرِ وَعَلٰى عَهْدِ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ مِثْلَهُ"

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت نماز تراویح اور وتر ادا کرتے تھے

marfat.com

حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنھما کے زمانے میں بھی یہی معمول رہا۔

(زجاجة المصابيح باب قيام شهر رمضان ص ٣٦٦)

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

"عَنْ سَائِبِ بْنِ يَزِيْدِ وَكَانَ الْقِيَامُ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ ثَلَاثَةً وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً"

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تئیس رکعتیں ادا کی جاتی تھیں۔

(مصنف عبدالرزاق باب قيام رمضان جلد ٤ ص ٢٦٢)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ عظیم صحابی ہیں جن کے موقف کی تائید میں کئی مرتبہ قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں اور جن کے بارے میں حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: "اگر میرے بعد کسی نبی نے آنا ہوتا تو یقیناً وہ عمر ہی ہوتے"۔

آپ کے دور خلافت میں صرف یہی نہیں کہ لوگ بیس رکعت نماز تراویح پڑھتے تھے بلکہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باجماعت بیس رکعت نماز تراویح کی ادائیگی کا اہتمام کیا اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو اس مقصد کے لئے امام مقرر کیا جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے۔

"عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰى أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ وَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً"

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں لوگوں کو جمع کیا اور وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھاتے تھے

(سنن ابی داؤد كتاب الصلوة جلد ١ ص ٢٠٢)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً"

marfat.com

حضرت یحی بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد۲ ص۲۹۳)

اس روایت کو شیخ محمد بن عبد الوہاب نے بھی اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور اس کے بعد بیس رکعت نماز تراویح ہی ادا کی جاتی تھیں۔ اور ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاء راشدین کے زمانہ میں تمام لوگ صحابی تھے یا تابعی، اس لئے یہ بات بڑے یقین سے کہی جاسکتی ہے۔ کہ خلفائے راشدین کے دور میں بیس رکعت نماز تراویح پر امت مسلمہ کا اتفاق تھا۔

سنن کبری میں ہے:

"عَنْ اَبِی عَبْدِالرَّحْمٰنِ اْلاَسْلَمِیُ أَنَّ عَلِیًّا دَعا الْقُرَّآءَ فِیْ رَمَضَانَ فَأَمَرَ رَجُلاً بِأَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَکَانَ عَلِیٌّ یُوْتِرُ بِهِمْ"

حضرت ابو عبد الرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ماہ رمضان میں قراء حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائے۔ اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو وتر پڑھاتے تھے۔ (السنن الکبری کتاب الصلوۃ جلد۲ ص۴۹۶)

اس حدیث کی وضاحت میں علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"فَاِنَّهٗ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ أُبَیَّ ابْنَ کَعْبٍ کَانَ یَقُوْمُ بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ وَیُوْتِرُ بِثَلاَثٍ فَرأَی کَثِیْرٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ اَنَّ ذٰلِکَ هُوَ السُّنَّةُ لِاَنَّهٗ قَامَ بَیْنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَلَمْ یُنْکِرْهُ مُنْکِرٌ"

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ماہ رمضان

میں لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے ؛ اس لئے علماء کی اکثریت کی رائے میں بیس رکعت نماز تراویح ہی سنت ہے ۔ کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کے درمیان کھڑے ہو کر بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے، اور کسی نے بھی اس بات پر اعتراض نہیں کیا ۔

(مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ جلد ۲۳ ص ۱۱۲)

"مقالات کاظمی" میں علامہ احمد سعید کاظمیؒ نے کنزالعمال کے حوالے سے روایت بیان کی ہے :

"عَنْ اَبِي الْحَسْنَاءِ اَنَّ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ أَمَرَ رَجُلاً يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً"

حضرت ابو الحسناء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھائے۔

(مقالات کاظمی کتاب التراویح بحوالہ کنز العمال)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ دونوں روایتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ نماز تراویح بیس رکعت ہیں خصوصاً حضرت ابو الحسناء کی روایت قابل غور ہے جس میں پانچ ترویحوں کا ذکر آیا ہے اور ساتھ ہی بیس رکعت کے ساتھ اس کی وضاحت اور تفسیر بھی کر دی گئی ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے :

"عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَبْدِالْمَلِكِ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ يَؤُمُّنَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَكَانَ يُصَلِّيْ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ"

حضرت اسماعیل بن عبدالملک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں ہمیں نماز (تراویح) پڑھاتے تھے اور وہ پانچ ترویحے پڑھاتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق باب قیام رمضان جلد ٤ ص ٢٦٦)

marfat.com

ایک اور روایت میں ہے :

”عَنْ اَبِی الْبُخْتَرِیْ أَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ فِیْ رَمَضَانَ وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ“

حضرت ابو البختری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ماہ رمضان میں پانچ ترویحے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد۲ ص ۲۹۳)

اوجز المسالك میں امام بیہقی کے حوالے سے روایت نقل کی گئی ہے :

”عَنْ أَبِی الْخُصَیْبِ قَالَ کَانَ یَؤُمُّنَا سُوَیْدُ بْنُ غَفْلَةَ فِیْ رَمَضَانَ فَیُصَلِّیْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً“

حضرت ابو الخصیب سے روایت ہے کہ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان میں ہماری امامت فرماتے اور پانچ ترویحے بیس رکعات پڑھاتے تھے۔

(اوجز المسالك باب الترغیب فی الصلوٰة فی رمضان جلد ۱ ص ۳۹۷)

ان روایات میں بھی پانچ ترویحوں کا ذکر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز تراویح بیس رکعتیں ادا کرنا ہی درست ہے اس سے کم یا زائد رکعتیں ادا کرنا قطعاً درست نہیں۔ بیس رکعتوں کے بارے میں بے شمار احادیث اور روایات کتب احادیث میں موجود ہیں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

”عَنْ حَسَنِ عَبْدِالْعَزِیْزِ بْنِ رَفِیْعٍ قَالَ کَانَ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فِیْ رَمَضَانَ بِالْمَدِیْنَةِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ“

حضرت حسن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ النبی میں رمضان المبارک کے دوران لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح اور تین رکعت نماز وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات جلد۲ ص۲۹۳)

اوجز المسالک میں ہے :

”رَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ بِسَنَدِہٖ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَیْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ کَانَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ یُصَلِّیْ لَنَا فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ

marfat.com

قَالَ اْلاَعْمَشُ کَانَ یُصَلِّیْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً "

حضرت محمد بن نصر رضی اللہ عنہ نے اپنی سند سے بواسطہ حضرت اعمش زید بن وہب سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں ماہ رمضان میں نماز پڑھاتے تھے۔ اعمش کہتے ہیں۔ بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

(اوجز المسالك باب الترغيب في الصلوة في رمضان جلد۱ ص ۲۹۸)

ایک اور روایت میں ہے :

"عَنِ الْحَارِثِ اَنَّہٗ کَانَ یَؤُمُّ النَّاسَ فِیْ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً "

روایت ہے کہ حضرت حارث رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں بیس رکعت کے ساتھ لوگوں کی امامت کراتے تھے۔

(اوجز المسالك باب الترغيب في الصلوة في رمضان جلد۱ ص ۳۹۱)

محدثین کرام اور فقہائے عظام کی بھی یہی رائے ہے کہ نماز تراویح "بیس رکعت" ہیں۔ فقہ حنبلی کی مشہور کتاب نیل المآرب میں ہے کہ نمازِ تراویح سنتِ مؤکدہ ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک یہ بیس رکعت ہیں۔

علامہ عینی امام عبدالبر کے حوالے سے فرماتے ہیں : "جمہور علماء اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے"۔

علامہ ابن حجر شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ " بیس رکعت نماز تراویح پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے"۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :

"امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز تراویح بیس رکعت

ہیں۔ فتح الباری میں محمد بن نصر کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ ماہ رمضان میں لوگ بیس رکعت تراویح ہی ادا کرتے ہیں۔

نماز تراویح کے سلسلہ میں جو روایات بیان کی گئی ہیں یہ اس بات کی دلیل ہیں کہ بیس رکعت نماز تراویح پڑھنا رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت ہے۔ اور ہمیشہ سے اسی پر تمام صحابہ کرام، تابعین اور جمہور ائمہ و عامۃ المسلمین کا عمل رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

نماز جنازہ کا بیان

مسئلہ :- نماز جنازہ میں ثناء، درود پاک اور دعاء مغفرت کرنا سنت ہے سورۂ فاتحہ شریف یا کوئی آیت بطور قراۃ پڑھنا جائز نہیں۔

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور اس کے ادا کرنے سے مرنے والے کو بہت فائدہ پہنچتا ہے حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جس کے نماز جنازہ میں چالیس مسلمان شریک ہو جائیں۔ تو اللہ رب العزت اس کی بخشش فرما دیتا ہے۔ یہ یاد رہنا چاہئے کہ نماز جنازہ دعا ہے اس لئے اس میں سورۂ فاتحہ کی قراۃ کرنا درست نہیں ہاں اگر دعا اور ثناء کی نیت سے قرآن پاک کی آیات پڑھی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مؤطا امام مالك میں ہے:

" عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَايَقْرَأُ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ "

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر نماز جنازہ میں تلاوت قرآن نہیں کرتے تھے۔

(موطا الامام مالك باب مايقول المصلى على الجنازة ص ٢١٠)

زجاجة المصابيح میں ہے:

" رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ قَالَ لَمْ يُوَقِّتِ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ فِي صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ "

روایت کیا گیا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ میں قرآن مجید سے کچھ مقرر نہیں فرمایا۔

(زجاجة المصابيح كتاب الجنائز جلد ١ ص ٤٦١)

marfat.com

مؤطاامام مالك میں ہے :

''سُئِلَ أبُوْهُرَيرَة كَيفَ يُصَلِّيْ عَلَى الْجنازَة فقالَ أبُوْهُرَيْرَة إنَا لَعَمْرُكَ أُخْبِرُكَ اَتَّبِعُهَا مِنْ عِنْدِ أهْلِها فإذَا وُضِعَتْ كَبَّرْتُ وحَمِدْتُ اللهَ وصَلَّيْتُ علَى نبيّه ثُمَّ أقُوْلُ اللّٰهمَّ عَبْدُكَ وابْنُ عَبْدِكَ وابْنُ أمتِكَ كَانَ يَشْهَدُ ''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ میت پر نماز جنازہ کیسے پڑھی جائے تو حضرت ابو ہریرہ فرمانے لگے تمہاری عمر کی قسم میں تجھے بتاتا ہوں میں میت کے ساتھ اس کے گھر سے چلتا ہوں پھر جب میت کو زمین پر رکھ دیا جاتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں پھر میں حضور علیہ السلام پر درود پڑھتا ہوں پھر میں یہ دعا مانگتا ہوں'' اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ كَانَ يَشْهَد ''

(موطا الامام مالك باب مايقول المصلى على الجنازة ص ۲۰۹)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :

''عنْ سعيد بن أبيْ بُرْدَة عنْ أبيه قال قال لهُ رجلٌ أأقرأ علَى الْجنازةِ بفاتِحةِ الْكتابِ ؟ قال : لاتقرأ ''

حضرت سعید بن ابی بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابو بردہ سے کسی نے سوال کیا ۔کیا میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھوں ؟ تو انہوں نے جواب دیا تم نہ پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز جلد۳ ص ۲۹۹)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے حضرت عمر، حضرت علی حضرت ابن عمر حضرت ابو ہریرہ حضرت عطاء حضرت ابن مسیّب حضرت طاؤس حضرت سعید ابن سیرین حضرت سعید ابن جبیر حضرت شعبی حضرت حکم اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہم نماز جنازہ

marfat.com

میں قراۃ نہیں کرتے تھے ۔ امام مالک بھی فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے لوگ نماز جنازہ میں قراۃ نہیں کرتے تھے۔

مسئلہ :- نماز جنازہ چار تکبیرات ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد حمد و ثناء ہوتی ہے دوسری تکبیر کے بعد حضور علیہ السلام پر درود پاک پڑھا جاتا ہے تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعاء پڑھی جاتی ہے۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے جیسا کہ

امام بخاری کے دادا استاذ امام عبدالرزاقؒ روایت کرتے ہیں :

"عَنِ الشَّعْبِی قَالَ التَّکْبِیْرَۃُ الأوْلٰی عَلٰی الْمَیِّتِ ثَنَاءٌ عَلَیَ اللّٰهِ وَالثَّانِیَۃُ صَلٰوۃٌ عَلٰی النَّبِیِّ ﷺ وَالثَّالِثَۃُ دُعَاءٌ عَلٰی الْمَیِّتِ وَالرَّابِعَۃُ تَسْلِیْمًا"

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میت پر نماز جنازہ پڑھتے وقت جب پہلی تکبیر کہی جائے تو ثناء دوسری تکبیر پر رسول اللہ ﷺ پر درود پاک تیسری تکبیر پر میت کے لئے دعاء پڑھی جائے اور چوتھی تکبیر پر سلام پھیرا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق کتاب الجنائز جلد ۳ ص ۴۹۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں سورہَ فاتحہ یا قرآن مجید کی کسی اور سورۃ کی تلاوت بطور قراۃ کرنا درست نہیں بہت سے اہل علم حضرات نے نماز جنازہ میں قراۃ قرآن کا انکار کیا ہے۔

جامع ترمذی میں ہے :

"قَالَ بَعْضُ أهْلِ الْعِلْمِ لایقرأ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ إنَّمَا هُوَ الثَّنَاءُ عَلَی اللّٰهِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّه ﷺ وَالدُّعَاءُ لِلْمَیِّتِ"

یعنی بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں قراۃ نہیں کرنی چاہیے

marfat.com

بلکہ نماز جنازہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے پھر رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا ہے اور پھر میت کے واسطے دعا مانگنا ہے۔

(جامع ترمذی ابواب الجنائز جلد ۱ ص ۱۹۹)

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

"عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إبْرَاهِيمَ قَالَ سَأَلْتُهُ أَيَقْرَأُ عَلَى الْمَيِّتِ إِذَا صَلَّى عَلَيْهِ؟ قَالَ لاَ"

حضرت حماد رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ان سے سوال کیا کہ جب میت پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے تو اس موقع پر قراۃ کرنی چاہیے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں کرنی چاہیے۔

(مصنف عبدالرزاق کتاب الجنائز جلد ۳ ص ۴۹۱)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"عَنْ إبْرَاهِيمَ وَعَنِ الشَّعْبِي قَالاَ لَيْسَ فِي الْجَنَازَةِ قِرَأَةٌ"

حضرت ابراہیم اور حضرت شعبی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ نماز جنازہ میں قراۃ نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز جلد ۳ ص ۲۹۹)

ایک اور روایت میں ہے:

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي سَارَةَ قَالَ سَأَلْتُ سَالِمًا فَقُلْتُ الْقِرَأَةُ عَلَى الْجَنَازَةِ فَقَالَ لاَ قِرَأَةَ عَلَى الْجَنَازَةِ"

حضرت عبداللہ بن ابی سارہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سالم سے پوچھا، نماز جنازہ میں قراۃ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جنازہ میں قراۃ نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز جلد ۳ ص ۲۹۹)

marfat.com

مذکورہ بالا احادیث میں "لا قرأة" اور "لیس" کے الفاظ آئے ہیں جس کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ یعنی نماز جنازہ میں قرأة نہ کی جائے۔

صحیح بہاری میں ہے:

"عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ إذا صَلَّیْتُمْ عَلَى الْمَیِّتِ فَاخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءُ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص میت پر نماز پڑھے تو انتہائی اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرے۔

(صحیح بہاری ابواب الجنائز ص۸۲۷)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میت کے لئے ایک دعاء ہے اس میں سورہٴ فاتحہ اور قرآن پاک سے کوئی آیت یا سورة "قرأة" کے طور پر پڑھنا درست نہیں ہے البتہ اگر قرآن مجید کی کوئی آیت یا سورة بطورِ حمد و ثناء یا بطورِ دعاء پڑھی جائے تو درست ہے۔

علمائے احناف کا یہی فتوی ہے کہ سورہٴ فاتحہ اگر ثناء یا دعاء کے طور پر پڑھی جائے تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔ احناف کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو مختلف احادیث میں خود بخود تطبیق اور موافقت پیدا ہو جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام المسلمین حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ وہ عظیم ہستی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار کمالات اور بہت سے انعامات واعزازات سے نوازا۔ آپ امت مسلمہ کے عظیم اور قابل فخر راہنما ہیں قرآن وحدیث اور فقہی علوم میں آپ اماموں کے امام ہیں دوسری صدی ہجری سے آج تک مسلمانوں کی اکثریت فقہ میں آپ کی پیروی کرتی چلی آرہی ہے آپ نے قرآن وحدیث سے ۱۲ لاکھ ۹۰ ہزار سے زیادہ مسائل اخذ کئے ہیں۔

ولادت ونسب

آپ چار شعبان ۸۰ھ کو خلافت اسلامیہ کے مشہور ترین شہر "**کوفہ**" میں پیدا ہوئے آپ کا نام نعمان والد کا نام ثابت جب کہ دادا کا نام نعمان ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ کے دادا کا نام زوطی تھا۔ ابو حنیفہ آپ کی کنیت اور امام اعظم لقب ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ آپ کے والد ثابت کو بچپن میں آپ کے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے انہوں نے دعا فرمائی۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعاء کا ہی ثمر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ثابت کے بیٹے ابو حنیفہ کو عزت وشہرت ، دولت اور علم بے بہا سے نوازا۔

حصولِ علم

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تاجر پیشہ تھے کاروباری

marfat.com

مصروفیات کی وجہ سے آپ کو کبھی تعلیم حاصل کرنے کا خیال نہ آیا۔ ایک مرتبہ آپ کاروباری سلسلہ میں بازار جارہے تھے کہ راستہ میں آپ کی ملاقات کوفہ کے بہت بڑے عالم حضرت امام شعبی سے ہوئی۔ جن کی ترغیب سے آپ کے دل میں علم کے حصول کا شوق پیدا ہوا، اور آپ نے علماء کی مجلس میں بیٹھنا شروع کردیا۔ اپنے شوق، محنت، قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے آپ نے بہت جلد تمام علوم وفنون میں کمال حاصل کرلیا۔

آپ کے اساتذۂ کرام

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے عرب و عجم کے تمام بڑے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار تھی۔ ترانوے شیوخ کا تعلق تو صرف کوفہ سے تھا آپ کے مشہور اساتذہ میں سے چند ایک یہ ہیں۔

☆ حضرت حماد بن ابی سلیمان الاشعری ☆ حضرت عطاء بن ابی رباح۔

☆ امام اوزاعی ☆ امام شعبی جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت کی۔

☆ حضرت مکحول ☆ حضرت عکرمہ تلمیذ رشید حضرت عبداللہ بن عباس۔

☆ حضرت عبداللہ بن سلیمان ☆ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر۔

☆ حضرت علقمہ بن مرثد ☆ حضرت نافع اور حضرت سعید بن مسروق ۔

اس کے علاوہ آپ چونکہ تابعی تھے اور آپ نے حضرت انس، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اور حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ کی زیارت کی تھی اور ان سے حدیث بھی روایت کی ہے اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ صحابہ کرام سے بھی فیضیاب ہوئے۔

marfat.com

آپ کے شاگرد

جس شخص نے چار ہزار اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ہو۔ اور پھر زندگی بھر اپنے علم و فضل سے عالم کو منور کرتا رہا ہو، اس کے شاگردوں کا شمار نہایت مشکل کام ہے۔ آپ کے تقریباً چھتیس شاگرد مجتہد کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور ہزاروں تلامذہ وقت کے امام ہوئے۔

چند مشہور تلامذہ یہ ہیں !

☆ حضرت امام ابو یوسف ، تاریخ اسلام کے پہلے چیف جسٹس
☆ حضرت امام محمد بن حسن الشیبانی
☆ حضرت امام زفر بن ہذیل
☆ حضرت ابراہیم بن ادھم
☆ حضرت بشر بن حارث الحافی
☆ حضرت امام وکیع
☆ حضرت امام یحیٰ بن سعید القطان

اس کے علاوہ حضرت امام شافعیؒ امام محمد بن حسن الشیبانی کی کتب سے استفادہ کر کے امام فقہ بنے ،جب کہ امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگرد تھے ۔ اس لحاظ سے یہ بزرگ بھی آپ کے فیض یافتگان میں سے ہیں۔

استاذ کا ادب

حضرت حماد بن ابی سلیمان کی زندگی میں ہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علم و فضل میں بہت بلند مرتبہ حاصل کر چکے تھے، لیکن استاذ کے ادب واحترام کی وجہ سے آپ نے علیحدہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع نہیں کیا ، بلکہ

marfat.com

حضرت حماد رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان کے خادم اور معاون کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ احترام کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ساری زندگی اپنے استاذ کے مکان کی طرف پاؤں نہیں کیے۔

امام اعظم ابو حنیفہ کا ورع و تقوی

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نہایت عابد و زاہد اور متقی شخص تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں جب کوفہ میں آیا تو لوگوں سے کوفہ کے سب سے متقی اور پرہیزگار شخص کے بارے میں پوچھا۔ تو سب لوگوں نے امام اعظم ابو حنیفہ کا نام لیا۔

حضرت ابو جعفر رازی فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی متقی اور پرہیزگار نہیں دیکھا۔ آپ کے تقوی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے حفص بن عبدالرحمٰن کے پاس کپڑوں کے بہت سے تھان بھیجے، ان میں سے ایک تھان ایسا تھا جس میں کچھ عیب تھا۔ آپ نے حفص بن عبدالرحمٰن کو کہلا بھیجا کہ یہ تھان فروخت کرتے وقت خریدار کو اس کا عیب بھی بتا دینا لیکن جب وہ تھان فروخت ہوا، حفص بن عبدالرحمٰن اس کا عیب بتانا بھول گئے اور وہ خریدار بھی بعد میں نہ مل سکا۔ امام اعظم ابو حنیفہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے ان تمام تھانوں کی قیمت تقریباً تیس ہزار درھم صدقہ کردیئے۔

ایک مرتبہ آپ کے کسی ملازم نے ایک ایسا کپڑا جس کی مالیت چار سو درھم تھی ایک ہزار درھم میں فروخت کر دیا آپ کو معلوم ہوا تو چھ سو درھم مدینہ منورہ جاکر اس شخص کو واپس کیے۔

عبادت وریاضت

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کاروباری اور علمی مصروفیات کے باوجود ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے ۔ایک روایت کے مطابق آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ حضرت علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ کا رات کو عبادت کرنا اور تہجد پڑھنا تواتر کے ساتھ ثابت ہے ۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو دیکھ کر اپنے ساتھی کو بتایا کہ یہ امام اعظم ابو حنیفہ ہیں جو ساری رات جاگ کر گزارتے ہیں آپ نے سنا تو فرمایا ہمیں ویسا ہی بننا چاہئے جیسا لوگ ہمارے بارے میں گمان رکھتے ہیں۔اس کے بعد آپ نے رات کو جاگ کر عبادت کرنا شروع کی اور ساری زندگی اس معمول پر قائم رہے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ ایک دن میں اور ایک رات میں قرآن پاک ختم کرتے تھے۔جب کہ رمضان المبارک اور عید کے موقع پر آپ باسٹھ مرتبہ قرآن پاک ختم کرتے تھے۔

اخلاق وعادات

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ انتہائی پاکیزہ فطرت اور بہترین عادات کے مالک تھے ۔آپ کی ذات سچائی ، انصاف پسندی، امانت ودیانت ، عاجزی و انکساری اور ہمدردی و غمگساری کا بہترین نمونہ تھی۔ آپ نے زندگی میں کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔ آپ اکثر فرماتے تھے خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے محفوظ رکھا۔

marfat.com

آپ سے جب بھی کوئی ملنے آتا تو آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار ہوتے تا کہ ملنے والا خوش ہو جائے۔ لوگوں سے آپ کا رویہ ہمیشہ نرم ہوتا بہت سے لوگ آپ سے قرض لیتے لیکن آپ نے کبھی کسی مقروض سے اس کا تقاضا نہیں کیا۔ ایک مرتبہ آپ کہیں جا رہے تھے کہ ایک شخص آپ کو دیکھ کر روپوش ہو گیا آپ اس شخص کے قریب گئے اور چھپنے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کیا میں آپ سے شرمندہ ہوں کہ آپ سے دس ہزار درھم قرض لئے تھے اور وعدے کے مطابق ابھی تک واپس نہیں کر سکا۔ آپ نے فرمایا میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ دولت کی وجہ سے کوئی مسلمان مجھ سے دور رہے لہذا میں خدا کو گواہ بنا کر تمہیں تمام قرض معاف کرتا ہوں۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ اگر کسی کو کچھ عطا فرماتے اور وہ آپ کا شکریہ ادا کرتا تو آپ کو انتہائی افسوس ہوتا آپ فرماتے شکر کی مستحق تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

آپ نے بیس سال تک حضرت امام ابو یوسف اور ان کے اہل و عیال کی کفالت کی۔

حضرت معافی بن عمران موصلی کہتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ میں دس خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک خصلت بھی کسی انسان میں پائی جائے تو وہ اپنے قبیلے کا سردار اور اپنی قوم کا رئیس ہو تا یعنی ورع، صدق، سخاوت، فقہ، لوگوں کی خدمت و مدارت، سچی مروت، جوبات سنے قبول کرے، زیادہ خاموشی، بات کرنے میں پختگی، دوست ہو یا دشمن اس کی مدد کرنا۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے بارے میں مشائخ اسلام کی رائے

امام مالک فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ اگر پتھر کے ستون کو

marfat.com

سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو وہ کر سکتے ہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ سب لوگ فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ سید العلماء ہیں۔

حضرت سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں میں نے آپ کی مثل کوئی شخص نہیں دیکھا

امام شعبہ جن کے بارے میں امام شافعی کا کہنا ہے اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا رواج نہ ہوتا وہ امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں جس طرح میں جانتا ہوں سورج روشن ہے اسی طرح میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہمنشیں ہیں۔

حضرت علی بن عثمان داتا گنج بخش ہجویری فرماتے ہیں۔ اماموں کے امام، اہل سنت و جماعت کے مقتداء، فقہاء کے شرف، علماء کی عزت، ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کو دو مرتبہ خواب میں دیکھا حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ابو حنیفہ تجھ کو اللہ تعالیٰ نے میری سنت کو پھیلانے کے لئے پیدا فرمایا ہے اس لئے گوشہ نشینی ترک کر دو چنانچہ آپ نے دین کی خدمت شروع کر دی اور بڑے بڑے مشائخ کے استاذ بنے۔

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کا مقام اتنا بلند ہے کہ کوئی دوسرا ان کی مثل نہیں ہو سکتا۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں غلط گوئی نہیں کر سکتا سوائے دو شخصوں کے یا تو وہ ان کے علم سے حسد کرتا ہے یا وہ ان کے علم سے نا واقف ہے۔

حضرت عبداللہ بن داؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کریں کیوں کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی سنتوں اور فقہ کے مسائل کو جمع کر کے ان پر عمل کرنا آسان بنادیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں غیر مقلدین کی رائے

مولوی محمد صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ بڑے عابد وزاہد، خدا ترس، متقی، پرہیز گار تھے، دل ہر وقت خوف الٰہی سے لبریز رہتا تھا بہت کم بولتے تھے، بڑے سلیم الطبع۔ بلند اخلاق، پسندیدہ طبیعت منکسر المزاج، ملنسار، بردبار، عالم باعمل اور فرشتہ خصلت انسان تھے تقوی اور خوف خدا آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دیانت آپ کی مسلم تھی۔ مزید لکھتے ہیں خدا کا فضل اور توفیق آپ کے شامل حال تھی، اس کو منظور تھا کہ انہیں دنیا میں علم کا ایک خاص مقام عطا فرمائے اور زمانے کا مجتہد بنائے۔ (سبیل الرشاد)

سید نذیر حسین دہلوی امام ابو حنیفہ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں " اَمَامُنَا وَسَیِّدُنَا اَبُوحَنِیْفَةَ النُّعْمَانَ اَفَاضَ اللّٰهُ عَلَیْهِ شَآبِیْبَ الْعَفْوِ وَالْغُفْرَانِ "۔ ہمارے امام اور ہمارے سردار ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ ان پر عفو و کرم اور مغفرت کی موسلادھار بارش نازل فرمائے۔ (معیار الحق)

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جس طرح علم دین میں منصبِ امامت رکھتے ہیں۔ اسی طرح زہد و عبادت میں سالکوں کے امام ہیں۔

میر محمد ابراہیم سیالکوٹی حافظ عبدالمنان صاحب اہل حدیث کے

marfat.com

حالات میں لکھتے ہیں کہ حافظ عبدالمنان صاحب ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین خصوصا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

وصال :

بغداد کے عباسی خلیفہ منصور نے آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا تو آپ نے انکار کیا۔ اس نے غضب ناک ہو کر آپ کو کوڑے لگوائے پھر جیل میں ڈال دیا جہاں خلیفہ منصور کے اشارے پر آپ کو زہر دیا گیا؛ چنانچہ وقت کے اس عظیم امام نے ۱۵۰ھ کو شعبان یا رجب کے مہینے میں بحالت سجدہ وفات پائی۔

قاضی بغداد حسن بن عمارہ نے آپ کو غسل دیا ۔آپ کے جنازہ میں پچاس ہزار افراد نے شرکت کی دفن کے بعد بیس روز تک آپ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاتی رہی۔

اولادِ امجاد

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے صرف ایک فرزند تھے حضرت حماد جو انتہائی متقی پرہیزگار اور بہت بڑے فقیہ تھے۔

تصانیف

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے مندرجہ ذیل کتب آپ کی طرف منسوب کی ہیں۔

نمبر۱: کتاب العالم والمتعلم ۔ نمبر۲: الفقہ الاکبر۔

marfat.com

نمبر ۳ : کتاب الوصایا۔ نمبر ۴ : کتاب المقصود۔
نمبر ۵ : کتاب الاوسط۔

اس کے علاوہ خود آپ کی شخصیت کے بارے میں جو کتب لکھی گئی یا جن کتب میں جزوی طور پر آپ کا تذکرہ موجود ہے ان کی تعداد ہزاروں شمار کی گئی ہے صرف اردو زبان میں ایسی کتابوں کی تعداد سو ۱۰۰ سے زیادہ ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

☆ پہلے علم حاصل کرو پھر دولت کیوں کہ دنیا و آخرت کی عزت کا اصل ذریعہ علم ہے۔
☆ جو لوگ تم سے ملنے آئیں ان سے علمی گفتگو کرو بیکار باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔
☆ ہر معاملہ میں تقوی اور امانت کا خیال رکھو۔
☆ آذان کی آواز سنو تو فوراً نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔
☆ ہر مہینہ میں دو چار نفلی روزے رکھا کرو۔
☆ اپنے پڑوسی کی کوئی برائی دیکھو تو اسے دوسروں پر ظاہر نہ کرو۔
☆ جو کام کرو اطمینان سے کرو اور جلدی نہ کرو۔
☆ راستہ میں چلتے ہوئے دائیں بائیں مت دیکھو
☆ لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے سختی اور بے ادبی کے الفاظ مت بولو۔
☆ شاگردوں کے ساتھ خلوص اور محبت کے ساتھ پیش آؤ۔
☆ دوسروں کی غیبت اور چغلی کھانے سے بچو۔
☆ کوئی مسئلہ پوچھے تو سوال کا جواب دو اپنی طرف سے کچھ مت بڑھاؤ۔
☆ علمی معاملات میں سوچ کر بولو اور وہی بولو جس کو ثابت کر سکو۔
☆ عام فہم مسائل بیان کرو اس دوران خوش طبعی بھی کرتے رہو۔

marfat.com

اپنے شاگردوں کو فرماتے ہیں :

نرم گفتاری ، صبر و تحمل ، حسن اخلاق اور فراخ دلی کا ثبوت دو! اپنا راز کسی کو نہ بتاؤ ! آزمائے بغیر کسی سے مصاجبت نہ کرو ! کم ظرف لوگوں سے دوستی نہ کرو! احمقوں سے بے تکلف نہ بنو! عمدہ کپڑے پہنو! خوشبو استعمال کرو! معمولی غلطی پر گرفت نہ کرو! اور دوسروں کی مدد کرو۔

[تمت بالخیر]

سردار احمد حسن سعیدی

گاؤں سگھری، تحصیل جنڈ، ضلع اٹک

۲۳ / مارچ ۱۹۹۹ء

marfat.com

اکیسویں صدی
کے آغاز پر عظیم
دینی تحفہ

(انٹرنیشنل وومن اسلامک یونیورسٹی)

(نیو کیمپس)

جامعہ آمنہ ضیاء البنات

ماڈل ٹاؤن ہمک اسلام آباد

زیر انتظام: ادارہ ضیاء العلوم راولپنڈی پاکستان

اسلام دین فطرت ہے اور اس کی تعلیمات کی صداقت پر یقین اور عمل ہی عزت و نجات کا ضامن ہے۔ ایک حد تک اسلامی تعلیمات کا حاصل کرنا ہر مرد و زن پر فرض ہے، خصوصاً اس نازک دور میں جبکہ طاغوتی قوتوں نے تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اسلام کے ابدی اور بنیادی عقائد و نظریات، پاکیزہ عبادات، شرف انسانیت اور تہذیب و اخلاق کے خلاف ہمہ جہت طاقتور حملہ شروع کر رکھا ہے اور بالخصوص حوا کی بیٹیوں کو "حقوق نسواں" کے نام پر بے شرم و بے حیاء، مادر پدر آزاد اور اسلام گریز بنایا جا رہا ہے۔ ایسے حالات میں مزید ضروری ہو جاتا ہے کہ دختران اسلام کو قرآن و حدیث، فقہ اسلامی و دیگر مروجہ دینی علوم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری و دنیاوی علوم سے روشناس کرایا جائے

اسلامی خطوط پر اولاد کی تربیت اور اصلاح معاشرہ میں مسلمان عورت کا بڑا نمایاں کردار ہے۔ گھریلو ماحول میں اسوۂ حسنہ کی شمع کو فروزاں کر کے بچے بچیوں کے افکار و کردار اسلامی قالب میں ڈھالنے کیلئے عورتیں مردوں کی بہ نسبت بہتر کار انجام دے سکتی ہیں، اور ماضی میں دیتی رہی ہیں۔

دختران اسلام کے قابل فخر کارنامے تاریخ اسلام کا سنہری باب ہیں۔ یہی مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا۔ اسی غار سے انسان نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا۔

دختران اسلام کی کردار سازی، اسلامی ماحول میں تربیت، اور اذہان و قلوب کو علم دین سے مزین منور کرنے کیلئے "**ادارہ ضیاء العلوم راولپنڈی**" نے انتہائی مشکل کام سمجھنے کے باوجود تعمیر ملت میں اپنا حصہ ڈالنے کیلئے اپریل ۱۹۹۳ء میں "جامعہ آمنہ ضیاء البنات" کا قیام کیا۔ اور حصول برکت کیلئے نبی اکرم شافع محشر قاسم کوثر ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے نام نامی سے منسوب کیا۔

مختصر عرصہ میں حیرت انگیز کامیابی ہوئی۔ خواتین کے دار العلوم میں اس وقت دو سو سے زائد طالبات زیر تعلیم ہیں جن کی تعلیم، رہائش، خوراک اور علاج وغیرہ کی سہولیات جامعہ کی طرف سے "**مفت**" فراہم کی جاتی ہیں۔

احباب سے ادارہ کی ظاہری و باطنی ترقی کیلئے دعا کی درخواست ہے

اسلام آباد میں تین ایکڑ (چوبیس کنال) = **131250** مربع فٹ کا پلاٹ حاصل کیا جا چکا ہے۔ الحمد للہ علی ذلک

بحمد تعالیٰ ۳۰ مارچ ۲۰۰۱ء کو افتتاحی تقریب منعقد ہو چکی ہے۔ ابتدائی تعمیرات چار دیواری اور پانی کے کنوئیں، ٹیوب ویل کا کام شروع ہو چکا ہے۔

منصوبہ جات و پروگرام

- ☆ ایک ہزار بچیوں کیلئے جدید سہولتوں سے آراستہ دار الاقامہ (ہاسٹل)
- ☆ کلاس رومز، لائبریری، کمپیوٹر ٹریننگ سنٹر، ہوم اکنامکس سنٹر
- ☆ کچن و ڈائننگ ہال۔ ☆ ان ڈور مناسب کھیلوں کیلئے تفریح گاہ
- ☆ دفاتر، آڈیٹوریم، صلوٰۃ روم، ڈسپنسری مسجد، واٹر ٹینک۔
- ☆ استانیوں اور عملہ کے دیگر افراد کے لئے فیملی کوارٹرز۔
- ☆ ودیگر سہولیات بفضلہ تعالیٰ وتوفیقہ

سلیبس:

(۱) حفظ القرآن (۲) تجوید القرآن

(۳) صرف و نحو، بلاغت، ادب عربی، سیرت، تاریخ، فقہ و اصول فقہ تفسیر قرآن اور حدیث پر مشتمل آٹھ سالہ کورس (درس نظامی) جس کی آخری سند الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیۃ والاسلامیۃ، ایم اے عربی اسلامیات کے مساوی ہے۔ اور گورنمنٹ پاکستان کے ہاں منظور ہے

(۴) فاضل عربی (علوم اسلامیہ و شرقیہ کا منظور شدہ نصاب تعلیم)

(۵) علوم عصریہ (حالات کے مطابق ایف اے، بی اے اور ایم اے) اور ہوم اکنامکس کے علاوہ جدید کمپیوٹر ٹریننگ کے کورسز شامل ہوں گے۔

اپیل: اس عظیم منصوبہ کی تکمیل پر دس کروڑ روپے سے زائد کا تخمینہ لگایا گیا ہے " ادارہ ضیاء العلوم " خواتین یونیورسٹی کے اس عظیم منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی اہلیت و ہمت تو نہیں رکھتا، بلکہ اسے شروع کرنے کیلئے بھی فی الوقت اسباب سے تہی دامن ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صرف امید ہی نہیں کامل یقین و اعتماد ہے کہ وہ معطی مطلق خزانہ غیب سے اسباب پیدا فرمادے گا۔ اور اپنے کرم خاص سے بطفیل صدقہ حبیب کبریا ﷺ اہل اسلام کے دلوں کو اس طرف متوجہ فرمادے گا۔

مخیر احباب اس دینی و اخروی سرمایہ کاری سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور احباب کو بھی اس صدقہ جاریہ میں شمولیت کی بھرپور دعوت دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

سید شہاب الدین شاہ سلطانپوری
(ناظم اعلیٰ)

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی پاکستان

خط و کتابت کیلئے: جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

فون نمبرز: 92-51-4452404 - 4840404

فون سبزی منڈی: 92-51-5770731 - 5537312

جامعہ کا اکاؤنٹ: 5066 HBL زنکاری بازار راولپنڈی

تعمیراتی اکاؤنٹ: HBL 2974-72 کمرشل مارکیٹ سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

ای میل ایڈریس: ziauloom@isb.paknet.com.pk

marfat.com

حضرت علامہ قاضی عبدالرزاق بھترالوی

صدر جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی کی گرانقدر تصنیفات

نجوم الفرقان تفسیر القرآن

تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان